هفت روزہ

ترجمانِ اسلام

لاہور

اسلامی اقدار کا نقیب

نگرانِ اعلیٰ: مولانا مفتی محمود



ذی ۱۳۹۷ھ جمعہ

قیمت ایک روپیہ پچیس پیسے

کیا ہوگا؟

جنہیں کرسی پیاری ہے انہیں کہنے سے کیا ہوگا
شہیدوں کے لہُو کا واسطہ دینے سے کیا ہوگا

جو بننا چاہتے ہیں قوم کی نیّا کے کھیون ہار
انہیں کہیے کہ خالی کشتیاں کھینے سے کیا ہوگا

جو کہنا ہے کہو کھل کر یہ دورنگی نہیں اچھی
نظامِ مصطفٰے کا نام ہی لینے سے کیا ہوگا

مزاج آمریت ہے تو جمہوری تماشا کیوں
یہ گہن بھی اتارو جانِ من گہنے سے کیا ہوگا

ہمارے دوست ہم سے ہر ستم سہنے کو کہتے ہیں
گوارا ہر ستم، لیکن ستم سہنے سے کیا ہوگا

بچھڑ کر قافلے والوں سے جب تم رہ گئے تنہا
تو پھر دوشِ ہوا پہ دلربا بہنے سے کیا ہوگا

بزعمِ خویش کرگس بن گئے شاہینِ پاکستان
کہو اکرام تم بھی کچھ یوں چپ رہنے سے کیا ہوگا؟

اکرام القادری



جلد نمبر ۲۰ شمارہ نمبر ۴۶

جمعۃ المبارک ۶ ذی الحجہ، ۱۸ نومبر ۷۷ء

سرپرست
مولانا عبیداللہ انور
مدیر
اکرام القادری
مدیر معاون
عمیر الہاشمی

بدل اشتراک
سالانہ
۴۵ — روپے
ششماہی
۲۳ — روپے
سہ ماہی — ۱۱/۵۰ روپے

یکے از مطبوعات
جمعیۃ علماء اسلام پاکستان

اداریہ:

قومی اتحاد سے علیحدگی کا فیصلہ!

تحریک استقلال کے سربراہ ایئر مارشل اصغر خان نے جس انداز سے قومی اتحاد سے اپنی جماعت کی علیحدگی کا اعلان کیا ہے وہ افسوسناک ہونے کے باوجود حیرت زدہ اور خلاف توقع نہیں۔

پچھلے چند ہفتوں سے یہ خبریں آرہی تھیں کہ تحریک استقلال کی مجلس عاملہ نے اصولی طور پر قومی اتحاد سے علیحدگی کا فیصلہ کرنا ہے، تحریک کے سربراہ وطن واپسی کے بعد علیحدگی کا اعلان کریں گے اصغر خان کے غیر ممالک کے دورے کے دوران ان کے جماعت کے بعض دوسرے اور تیسرے درجہ کے بلکہ بعض اس سے بھی چھوٹی سطح کے رہنماؤں نے قومی اتحاد اور اس کے مقتدر رہنماؤں کے خلاف جس قسم کی بیان بازی کا زور باندھا اس سے ماحول میں کشیدگی اور فضا میں عفونت بڑھتی جا رہی تھی۔ دوسری طرف سے بھی جوابی بیانات دیئے گئے، لیکن اس کے بعد بجائے اس کے کہ معاملہ کچھ ٹھنڈا پڑتا مزید الجھ گیا۔ اور گفتنی و ناگفتنی کا ایسا سلسلہ چل نکلا کہ قومی اتحاد سے معمولی ہمدردی رکھنے والا شخص بھی سراپا کرب اور پیکر اضطراب بن کر کانٹوں پہ لوٹنے لگا

اس دوران بات سمندر پار بھی پہونچی اور لندن میں پاکستانیوں سے خطاب کے دوران پاکستان قومی اتحاد کے سربراہ مولانا مفتی محمود سے بھی تحریک استقلال کے قومی اتحاد سے علیحدگی کے بارے میں سوالات کیے گئے۔ ان سوالات کا جواب مولانا مفتی محمود نے انتہائی مثبت انداز میں دیا۔

انہوں نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ تحریک استقلال قومی اتحاد سے علیحدہ نہیں ہوگی اور باہمی اختلافات و شکایات میری وطن واپسی پر مل بیٹھ کر طے کر لی جائیں گی۔ مفتی صاحب نے یہ بھی کہا کہ کم از کم میری وطن واپسی تک ایک دوسرے کے خلاف بیانات کا سلسلہ بند کر دیا جائے

لیکن اس کے برعکس ہوا یہ کہ بیان بازی کا یہ سلسلہ کم ہونے کی بجائے فزوں سے فزوں تر ہوتا چلا گیا۔ جناب اصغر خان شہنشاہ ایران سے ملاقات کر کے وطن واپس لوٹے تو انہوں نے ... چنگاری کو شعلۂ جوالہ میں تبدیل کرنے کی کوشش کی اور وطن میں داخل ہوتے ہی انہوں ... فرمایا کہ: "قومی اتحاد کے رہنما ہمارے خلاف بیہودہ قسم کی باتیں کرتے رہے ہیں"! جبکہ ... خود بھی اس وقت تک قومی اتحاد کے ہی رہنما تھے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے اتحاد کی مخلص جماعتوں کے خلاف زہر چھوڑنا شروع کر دیا۔ خصوصاً این ڈی پی کے خلاف انہوں نے دو صوبوں میں اجارہ داری قائم کرنے کا الزام عاید کرتے ہوئے صوبائیت کے گڑے مردے کو پھر اکھاڑا۔

اس سے بھی زیادہ افسوسناک امر یہ ہے کہ قومی اتحاد کے قائمقام صدر جناب نوابزادہ نصر اللہ خان صاحب نے کچھ تو اپنی خانگی مصروفیات اور کچھ بات کے بڑھنے سے روکنے کے لیے تحمل اور بردباری سے کام لیتے ہوئے جوابی کارروائی سے گریز کیا تو اس خاموشی سے ناجائز فایدہ اٹھاتے ہوئے ایک غیر معروف اور مجہول الاسم شخص سے ہفتہ وار "زندگی" میں مضمون لکھوایا گیا کہ نوابزادہ نصر اللہ خان خاموش کیوں ہیں؟ اس مضمون میں حقائق و واقعات کو جس طرح توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا وہ صحافتی دیانت داری کا عجیب و غریب شاہکار ہے۔ اس مضمون میں نواب زادہ نصر اللہ خان اور مولانا مفتی محمود پر الزام عاید کیا گیا ہے کہ ان دونوں حضرات نے بھٹو سے کہا تھا کہ ہمیں اصغر خان سے بچایا جائے اول تو یہ بات ہی تاریخ کا سب سے بڑا جھوٹ ہے دوسرے اس پر جو حاشیہ آرائی کی گئی ہے وہ انتہائی سفلے پن کی غماز ہے حاشیہ آرائی کرتے ہوئے کہا یہ گیا ہے کہ ایک جاگیردار دوسرے جاگیردار کو پسند کرتا ہے بھٹو نہیں چاہتا تھا کہ مڈل پاس کا کوئی نمایندہ آگے آئے لعنت اللہ علی الکاذبین۔

جھوٹ کے اس طومار اور یاوہ گوئی کے اس طوفان سے تو یہی مترشح ہوتا ہے جیسا کہ تمام مرحلے طے ہو جانے کے بعد اب آخری مرحلے کے طور پر صرف اقتدار منتقل کرنے کا مرحلہ باقی رہ گیا تھا اور اس کے لیے بھٹو ملک کے سب سے بڑے جاگیردار نوابزادہ نصر اللہ خان کو اقتدار منتقل کرنا چاہتے تھے کیونکہ وہ خود بڑے جاگیردار تھے۔ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔

عجیب تر یہ کہ "زندگی" کے اس شمارے میں چند صفحات کے فاصلے سے یہ مضمون موجود ہے کہ "بگٹی نئے دور کا آغاز کر رہے ہیں"۔ اور پھر اسی عنوان کے تحت جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں جس طرح سے بلوچستان کی کایا پلٹ کی گئی ہے، بگٹی جیسے ظالم وجابر اور ملک وملت کے غدار کی جس طرح سے قصیدہ خوانی کی گئی ہے اسے بھی صحافتی دیانت داری کا تقاضا کہنا ہی زیادہ مناسب ہوگا۔

نوابزادہ نصر اللہ خان اور مولانا مفتی محمود تو جاگیرداروں کے نمائندگان اور اصغر خان اور نواب اکبر بگٹی مفلس وغریب مڈل کلاس کے نمائندے۔ اسے کہتے ہیں جنوں نام خرد اور خرد کا نام جنوں رکھ لینا۔ جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے۔

یہ تمام حالات و واقعات بتا رہے تھے کہ استقلال اب قومی اتحاد میں نہیں رہ سکتی۔ اگر رہے بھی تو قومی اتحاد کو فائدہ کی بجائے نقصان ہوگا۔ اور اب تو قومی حلقے یہ سوچ رہے تھے کہ اس اونٹ کو اب کسی کروٹ بیٹھ جانا چاہیئے تاکہ روز روز کی چخ چخ یک یک ختم ہو۔ اور متعین سمتوں میں کام کیا جا سکے۔

ان حالات میں بظاہر تحریک استقلال کی قومی اتحاد سے علیحدگی پر پیپلز پارٹی کے چھچھوندروں کو وقتی طور پر بغلیں بجانے کا موقع ملا ہے اور قومی اتحاد کے مخلص و بے لوث کارکنوں کو بھی غیروں کے ہنسنے کی وجہ سے دکھ ہوا ہے، مگر ان تمام باتوں کے باوجود قومی اتحاد کے کارکنوں کے حوصلے بلند ہیں اور وہ اب نئے عزم اور نئے ولولوں کے ساتھ کام کرنے کے لیے بے تاب ہیں بلکہ تحریک سے تعلق رکھنے والے بہت سے مخلص کارکن بھی قومی اتحاد میں شمولیت اختیار کر رہے ہیں۔

اس مرحلہ پر ہم قومی اتحاد کے بے لوث رہنماؤں کی خدمت میں نہایت ادب سے گذارش کریں گے کہ وہ اپنی صفوں کو نئے سرے سے درست کر کے شانہ بشانہ چلیں۔ اور معمولی ذاتی مفادات پر ملکی و قومی مفادات کو ہر حال میں ترجیح دیں تاکہ قومی اتحاد سے وابستہ کروڑوں جیالے کارکنوں کو مزید کسی آزمائش سے دوچار نہ ہونا پڑے۔

عیدِ قربان

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سال میں دو عیدیں عطا فرمائی ہیں۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ اس عید کو عام طور پر بڑی عید کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ عید الاضحیٰ ہر سال اس عظیم الشان قربانی کی یاد تازہ کرتی ہے جو خدا کے لاڈلے پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو خدا کے حکم کے مطابق خدا کے نام پر ذبح کرنے کے لیے پیش کر کے کی تھی۔

خدائے بزرگ و برتر نے آپ کی قربانی قبول فرماتے ہوئے نعم البدل کے طور پر دنبہ عطا فرمایا۔ اس طرح سے یہ فقید المثال واقعہ خدا اور اس کے محبوب بندے کی لازوال محبت کا انمٹ نقوش ثابت ہوا اور دونوں باپ بیٹے خدا کے دربار میں کامران و سرخرو ٹھہرے۔

اب ساری دنیا کے کروڑوں مسلمان حضرت ابراہیم کی اس سنت کی پیروی کرتے ہوئے خدا کے نام پر اپنے قربانی کے جانوروں کا خون بہاتے ہیں اور خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ سنتِ ابراہیمی کو پورے جوش و خروش اور خلوصِ للہیت کے ساتھ بجا لاتے ہیں۔

عید قربان کی مناسبت سے قربانی کا تقاضا ہے کہ مسلمان نہ صرف یہ کہ عید کے موقع پر صرف جانور ذبح کر کے مطمئن ہو جائیں بلکہ وہ یہ عہد کریں کہ خدا کے احکام کے مطابق جب بھی ملک اور قوم کو کسی قسم کی قربانی کی ضرورت پیش آئے گی وہ گریز نہیں کریں گے اور اپنا تن من دھن سب کچھ خدائی احکام کے مطابق ملک اور قوم پر قربان کر دیں گے۔ اگر ہر مسلمان اس کا عہد کرلے تو وہ موجودہ پستی و نکبت سے بچ کر عزت و کامرانی کے بامِ بلند پر پہنچ سکتے ہیں اور اگر ہم عمل کی روح سے غافل رہ کر محض رسوم و رواج کی اسلام کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔ خدا کے ہاں وہ عمل مقبول ہے جو محض اور محض اس کی خوشنودی کے لیے کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو خلوصِ دل سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

عید قربان کے اس مبارک و سعید موقع پر ادارہ "ترجمانِ اسلام" اپنے قارئین کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہے ؎

گر قبول افتد زہے عز و شرف

آئندہ شمارہ

"ترجمانِ اسلام" کا آئندہ شمارہ عیدِ قربان کی چھٹیوں کی وجہ سے شائع نہیں ہوگا۔ موجودہ شمارہ ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے جس کی قیمت ایک روپیہ ۲۵ پیسے ہے!

ضروری اعلان

پنجاب جمعیۃ علمائے اسلام کی مجلسِ شوریٰ کے اجلاس کی مکمل رپورٹ عید کے بعد والے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں۔

الطاف حسین

سرکولیشن منیجر

کراچی حیدرآباد سکھر کے دورہ پر ہیں۔ جماعتی احباب تعاون فرمائیں

(ادارہ)



بیگم صاحب کے بکروں کا حشر میدانِ حشر میں

عبدالصمد صارم الازہری

علیا حضرت بیگم صاحب نے وہ بکرے جو اپنی پچھلی زندگی میں اللہ کے نام پر بکری عیدوں پر قربان کیے تھے۔ جب حشر کے دن دیکھے تو حیران رہ گئیں کہ کسی کی سری ندارد ہے تو کسی کے پائے دستم بتیر، کسی کا ہاتھ غائب ہے تو کسی کی کھال، کسی کے دل ہی نہیں ہے۔ کوئی "بے دل" ہے تو کوئی "بے دم" کسی کے گردے کلیجی سڑے ہوئے، کسی کا آدھا پاؤں اور آدھا ہاتھ ندارد ہے تو کسی کا جبڑا غائب.... الغرض کوئی لنگڑا، کوئی لولا، کوئی اپاہج، کوئی گلا سڑا، کوئی پھسا ہوا، کوئی بے جگر، کوئی بے مغز، کوئی بے پھیپھڑوں والا۔ کوئی بے تلی والا۔ کسی کی تلی غائب، کسی کی تلی ثابت مگر بے گردا۔ چلے تو کیسے چلے، بوجھ اٹھائے تو کیسے اٹھائے۔ یہ مانا کہ ہماری بیگم صاحب پھولوں سے بھی ہلکی پھلکی ہیں مگر من دو من پھول اٹھانے کے لیے بھی تو دل جگر، پھیپھڑے گردے، تلی وغیرہ درکار ہیں اور یقیناً ان کے بغیر من دو من پھول تو کیا ایک پھول بھی اٹھانا دوبھر ہے۔

میں نے کہا اس میں حیرانی کی کیا بات ہے۔ یہ بکرا جو تم دیکھ رہی ہو کہ اس کا سرا ہی سرے سے نہیں ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ یہ وہی چت کبرا بکرا ہے جس کی سری نہ خود آپ نے کھائی نہ کسی کو کھانے کو دی آخر یہ سڑی اور میں اسے سڑک پر نالی کے اندر پھینک کر آیا تھا۔

اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش ہرگز ہرگز نہیں ہے کہ آپ نے خلوصِ دل سے اسے خدا کی بھینٹ چڑھایا تھا مگر خدا کو یہ بات کب پسند ہو سکتی ہے کہ اس کے نام کی بھینٹ کے بکرے کی سری سڑا کر نالی میں پھنکوا دی جائے اور اس طرح شہر کو گندہ کیا جائے اور کوئی بھی خدا کا نیک یا بد بندہ اسے نہ کھا سکے۔

بھائی! قربانی کا صرف یہی مطلب تو نہیں ہے کہ آپ نے جانور کے گلے پر چھری پھیر دی اور اسے سڑا کر پھنکوا دیا۔ دیکھو اچھی طرح یاد کر لو۔ یہ وہی چت کبرا بکرا ہے نا جس کا سر میں نے مجبوراً آپ کے حکم کی تعمیل میں ڈیوڑھی کے نیچے جو نالی بہتی ہے اس میں ڈال دیا تھا۔ اب بتاؤ جب اس کے سر ہی نہیں ہے تو یہ راہِ جنت کیسے دیکھے گا۔ کیونکہ آنکھیں تو سر ہی میں ہوتی ہیں۔ کوئی پیٹھ میں تو نہیں ہوتیں، نہ دھڑ میں نہ کمر میں۔ وہ میرے سو روپے آپ کی ذرا سی غلطی سے یونہی ضائع گئے۔ اگر مجھے دنیا ہی میں یہ بات معلوم ہو جاتی تو آپ سے اپنے سو روپے اگلوا کر رہتا۔

کہنے لگیں، خاموش رہو کوئی سن لے گا.... یہاں بھی مجھ سے جھگڑے کرتے چلے آئے۔ یہاں بھی میرا پیچھا نہیں چھوٹا ؎

مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

چچا غالب نے کیا سچ کہا تھا۔

بڈھے ہو گئے، مر گئے، پھر جی اٹھے، مگر لڑنے جھگڑنے کی عادت نہ گئی۔ افسوس صد افسوس۔

بہر حال، میری اس توجیہ و جیہہ پر بیگم صاحب کو قائل ہونا پڑا۔

بولیں، اچھا وہ بکرا جس کے پاؤں ندارد ہیں اس کی آپ کیا تاویل کرتے ہیں۔

میں نے عرض کیا، بات بالکل ظاہر ہے.... دیکھو یہ کالا بکرا ہے نا؟ یاد ہے آپ کو! آپ نے کہا تھا پائے کسی کو نہ دینا، ہم پکائیں گے، اور پھر آپ کو فرصت ہی نہ ملی۔ اگلی صبح جو میں اٹھا تو میں نے التماس کیا تھا کہ یہ پائے کسی غریب فقیر کو دے دو، نہ آپ کو فرصت ہو گی نہ یہ کبھی پکنے پائیں گے۔

تو آپ نے ناراض ہو کر کہا تھا:

آپ تو ہمیشہ ایسی ہی باتیں کیا کرتے ہیں۔ فرصت کیوں نہیں ہو گی۔ ہم ضرور پکائیں گے اور آپ کو پکا کر دکھا دیں گے بلکہ کھلا دیں گے...

مگر پھر آپ کا سینما جانے کا پروگرام بن گیا۔ اور شام کو آپ لوٹیں تو ان میں بُو پیدا ہو گئی تھی تو آپ نے صاحب زادے سے کہا تھا 'جاؤ بیٹا' انہیں سڑک پر پھینک آؤ۔

خدا کے نام کے پائے اور سڑک پر۔ کئی دن تک یہ پائے سڑک پر پڑے رہے۔ انہیں کتوں تک نے بھی نہ سونگھا۔ کیونکہ آپ جیسی بیگمات قربانی کے دنوں میں سڑا سڑا کر گوشت سڑکوں پر پھنکواتی رہتی تھیں اور خدا بھلا کرے ہماری کارپوریشن کا، جو صفائی کی زحمت گوارا ہی نہ کرتی تھی۔ لہٰذا کئی دن تک انہیں سڑک کے کنارے دیکھتا رہا۔

لاہور کارپوریشن بھی کیا کرتی۔ اس کے پاس صفائی کا کافی عملہ نہ تھا اور اگر کچھ تھا بھی تو ٹھیلے نہ تھے کہ دنیا بھر کا گوشت شہر سے باہر پھنکواتی۔

اور ہاں خوب یاد کر لو، وہ بکرا جس کے

دست نذارد ہیں یہ وہی بکرا ہے جس کے دست آپ نے اپنی مہترانی کو دے دیئے تھے۔ میں نے گذارش بھی کی تھی کہ یہ گوشت قربانی کا ہے مسلمان کو دینا چاہیئے۔ مگر آپ نے سنی اَن سنی برابر کر دی تھی اور جا کر اس کے ٹوکرے میں یہ دست ڈال آئی تھیں تاکہ مہترانی آپ سے خوش رہے۔ آپ کو مہترانی کی خوشنودی منظور تھی، خدا کی نہیں خلوص ہوتا تو پاسِ خدا ہوتا۔

وہ کہنے لگیں:

اچھا یہ جو بکرا ہے جس کی کھال ہی نذارد ہے مجھے تو اسے دیکھ کر ڈر لگتا ہے۔ اسے کیا ہوا تھا۔ اس پر میں کیسے سواری کر سکتی ہوں۔ میرا سارا حُلّہ جنت خراب ہو جائے گا بلکہ اس کی کمر سے چپک کر رہ جائے گا۔

میں نے کہا اس بکرے کی کھال آپ نے بکر قصاب کو مزدوری میں دلوا دی تھی اور کہا تھا کہ تم مولوی ملا لوگ تو یونہی مسئلے بگاڑتے رہتے ہو۔ قصاب مانگتا ہے تو اسے دے دو، مزدوری کم دینا پڑے گی۔ قربانی تو ہو گئی، اب کیا کسر رہ گئی ہے، ہم گوشت خدا کے نام کا دے دیں گے، کھال نہ سہی۔

میں نے عالمانہ انداز میں ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، اور بتاؤں یہ بکرا جس کے گردے کلیجی آپ نے بڑے شوق سے بھون کر رکھے تھے اور پھر سڑنے کے بعد وہ کوڑی پر پھینکے تھے۔ اور یہ جو "بیدل" ہے اس کا بھی ایسا ہی حشر جناب نے کیا ہوگا، تبھی تو یہ بیدل بن کر رہ گیا ہے اور وہ "بیدم"....

اب رہا وہ بکرا جس کا آدھا ہاتھ اور آدھا پاؤں نذارد ہے، یہ وہ حضرت ہیں جو زینے سے گرے تھے اور ان کے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے تھے تو میں نے آپ سے درخواست کی تھی کہ سو روپے اور خرچ کرو اور بکرا منگواؤ، اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔ مگر آپ نہ مانیں اور سو روپے کا لالچ کر گئیں۔ اب بتاؤ اس پر کیسے سواری کرو گی یہ تو چل ہی نہیں سکتا۔ کوئی سانپ تو ہے نہیں کہ پیٹ کے بل رینگ لے گا۔ اسے تو چار ہاتھ پاؤں درکار ہیں۔

ہم میاں بیوی یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ رضوان بولا:

"ادھر دیکھو کچھ دکھائی دیتا ہے"۔

ہم نے کہا۔ "نہیں"۔

بولا۔ "ذرا غور سے دیکھو"۔

میں نے کہا۔ "بیگم ذرا دیکھنا ادھر رضوان کیا دکھا رہا ہے"۔

کہنے لگیں "ہاں کچھ یونہی خیال سا ہے، ایک بکرا سا نظر آتا ہے"۔

رضوان بولا "ٹھیک ہے، دیکھا آپ نے یہ وہ بہت موٹا تازہ بکرا ہے جو بیگم صاحب نے کئی سو روپے میں بڑے شوق سے قربانی کے لیے خریدا تھا مگر اس کی خریداری ریاکاری کے پیش نظر اور محلے والوں کو دکھانے کے لیے کی گئی تھی کہ ہم نے ایسا قیمتی بکرا خریدا ہے۔ لہذا اب دیکھ لو نہ اس کے بدن پر بوٹی ہے نہ بال، نہ کھال، بس خیال ہی خیال ہے۔ دیکھو بیگم صاحب آپ کے سارے قربانی کے بکرے بیکار ثابت ہوئے، چلو اگر چلنا ہے تو جنت میں پیدل داخل ہونا پڑے گا.... ورنہ دوزخ کی راہ لو۔

بیگم صاحب رضوان کی یہ کھری کھری باتیں سُن کر نظریں نہ اٹھا سکیں۔ میں نے کہا، ارے بھائی رضوان، سارے مسلمان تو جنت سوار ہو کر جائیں گے اور ہم میاں بیوی پیدل ہی، ہماری ہیٹی ہو جائے گی، بڑی بے عزتی ہو جائے گی، لوگ سمجھیں گے کہ انہوں نے کبھی قربانی ہی نہ دی ہو گی۔ تب ہی تو آج پیدل گھسٹ رہے ہیں۔ ہمیں کہیں سے ایک بکرا نہیں تو بکری ہی لا دو... ادھار لا دو، کسی دوست سے مستعار لا دو، ہمیں کوئی اس کا دودھ تھوڑی پینا ہے بس ذرا سی دیر کے لیے سواری کرنا ہے۔

رضوان بڑی قہر آلود نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔ معلوم ہوتا ہے تم میاں بیوی نے کبھی قرآن بھی نہیں پڑھا۔ ارے اس میں تو صاف صاف لکھا تھا کہ اس دن نہ دوستی کام آئے گی نہ خرید و فروخت، نہ سفارش.... چلو تم میاں بیوی کو اگر جنت میں داخل ہونا ہے تو پیدل ہی چلنا پڑے گا۔ زیادہ باتیں نہ بناؤ ورنہ میں دروازہ بند کیے دیتا ہوں۔

حکومت ولی خان اور اُن کے ساتھیوں کو صفائی کا موقع فراہم کرے

جناب حضرت مولٰنا قاضی عبداللطیف صاحب سے حال ہی میں جمعیت علماء اسلام کے مرکزی دفتر میں لیا ہوا انٹرویو

کل پاکستان جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی ناظم جناب قاضی عبداللطیف صاحب جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ ایک مرتبہ پچھلے سال ترجمان اسلام کے سلسلے میں ان کے آبائی شہر کلاچی میں ملاقات ہوئی تھی۔ یہ میری پہلی ملاقات تھی۔ اس کے بعد گاہے گاہے لاہور ہی میں ملاقات ہوتی رہی۔ عموماً یہ ملاقاتیں مختصر ہوا کرتی تھیں۔ ابھی پچھلے دنوں جب محترم مولانا قاضی عبداللطیف صاحب لاہور تشریف لائے تو سوچا قاضی صاحب سے موجودہ سیاسی صورتِ حال پر چند سوالات ہی ہو جائیں۔ اسی خیال کے پیشِ نظر میں قاضی صاحب کی خدمت میں کاغذ پنسل لے کر گیا تو قاضی صاحب نے گلا کیا کہ "آپ تو مہمانوں سے ملنا بھی پسند نہیں کرتے۔" میں نے اپنی مصروفیت کا اظہار کیا تو قاضی صاحب مسکرانے لگے۔ اس دوران میں نے انٹرویو کی شروعات کے طور پر قاضی صاحب سے پوچھا۔

• قاضی صاحب پاکستان قومی اتحاد کے مستقبل کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟"

— "پاکستان قومی اتحاد کا اولین مقصد نظامِ مصطفےٰؐ کے نفاذ کی کوششیں کرنا ہے اور نظامِ مصطفےٰؐ سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہے اور اس میں ناکامی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہٰذا مجموعی طور سے پاکستان قومی اتحاد کا مستقبل درخشاں ہے۔"

• "انتخابات کے ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں آپکا کیا خیال ہے؟"

— انتخابات کے ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں کوئی نہیں جانتا کہ کب ہوں گے۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ اگر انتخابات کے انعقاد میں غیر ضروری تاخیر کو اپنایا گیا تو اس تاخیر سے ملک قوم اور موجودہ فوجی حکومت تینوں کو ناقابلِ تلافی ہوگا۔"

• "آپ کو پاکستان میں نظام مصطفےٰؐ کے قیام کی امید ہے؟"

— "نظامِ مصطفےٰؐ سے فرار کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اگر اس مقصد سے راہ فرار اختیار کرنے کی کوشش کی تو اس ملک کا وہی حشر ہوگا جو اس سے قبل مشرقی پاکستان کی علیحدگی، صوبائی عصبیت اور لسانی فسادات کی صورت میں ہمارے سامنے آچکا ہے۔"

• "پاکستان قومی اتحاد میں شامل جماعتوں کے کچھ رہنماؤں نے ایک جماعت بنانے کی تجویز پیش کی تھی۔ اتنا عرصہ اکٹھا رہنے کے باوجود جماعتیں ایک دوسرے میں ضم کیوں نہیں ہو جاتیں؟"

— "پاکستان قومی اتحاد میں شامل تمام جماعتوں کا سب سے بڑا کام ہی اتحاد میں شامل ہو جانا ہے آپس میں ضم ہونا بعد کی بات ہے۔ یہ کام کبھی جلدبازی میں نہیں ہوا۔ افہام و تفہیم اور باہمی رواداری سے ہوتا ہے۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ ہم ابھی "سیاسی بیداری" میں اس مقام پر نہیں پہنچے کہ آپس میں مدغم ہو جائیں۔ فی الحال اتحاد برقرار رہنا ہی بہت ضروری ہے۔"

• "آپ جنرل ضیاء الحق کو اسلام کے بارے میں مخلص سمجھتے ہیں؟"

— "یہ ان کا ذاتی معاملہ ہے اور وہ اپنے آپ کو بہتر سمجھتے ہیں۔ جہاں تک ان کی مقرر کردہ سزاؤں، کوڑوں اور ہاتھ کاٹنے کی سزا کا تعلق ہے یہ شرعی سزائیں ہیں اور کوڑوں کی سزا عموماً شراب۔ زنا بالجبر اور زنا کی تہمت لگانے والے کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ بظاہر یہ سزا سنگین معلوم دیتی ہے مگر معاشرہ ان سزاؤں کے چند افراد کو دیئے جانے سے عبرت پکڑتا ہے اور ردِ بہ اصلاح ہوتا ہے۔"

• "پاکستان قومی اتحاد سے کسی سیاسی جماعت کے علیحدہ ہونے کی صورت میں قومی سیاست پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟"

— "فی الحال قومی اتحاد سے تحریک استقلال کے علیحدہ ہونے کے بارے میں چہ مہ گوئیاں ہو رہی ہیں۔ کچھ بیانات بھی اخبار میں آئے ہیں۔ ابھی تک تحریک استقلال کا متفقہ فیصلہ ہمارے سامنے نہیں آیا۔ تحریک کا کوئی لیڈر یہ کہتا ہے کہ ہم نے علیحدہ ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ کوئی کہتا ہے اتحاد سے تحریک کو نکالنے کی سازش کی جا رہی ہے جبکہ تحریک خود اتحاد سے نکلنا نہیں چاہتی۔ حیرت ہے کہ اگر انہیں معلوم ہے کہ ان کے خلاف سازش ہو رہی ہے تو وہ سازش کا شکار کیوں ہو رہے ہیں۔ ہم اتحاد سے کسی جماعت کی علیحدگی کے حق

انتخابات میں غیر ضروری تاخیر سے ملک و قوم کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچے گا۔

چشمہ رائٹ بینک کینال کے پانی کی تقسیم کا مسئلہ فوری حل کیا جائے

میں نہیں ہیں بلکہ ہم تو چاہتے ہیں کہ باقی نہ چھوٹی چھوٹی جماعتیں بھی ہمارے ساتھ اس اتحاد میں شامل ہوں۔

اور اگر کوئی جماعت اس قافلہ سے علیحدہ ہو بھی جائے تو اس قافلہ کو اس کی علیحدگی سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ علیحدہ ہونے والا خود خسارے میں رہے گا۔

تحریک استقلال کے اتحاد سے علیحدہ ہونے سے عوام میں "انکی پوزیشن وہ نہیں ہوگی جو ان کے تصور میں ہے"۔ اور نہ ہی ملک کی سیاست پر خاص اثر پڑے گا۔

• ملکی سیاست میں صرف نیپ ہی واحد جماعت ہے جس پر ابھی تک پابندی لگی ہوئی ہے اور اس کے سربراہ عبدالولی خان قید ہیں جبکہ تمام ٹریبونل توڑ دیئے گئے ہیں اور تمام قیدی رہا کر دیئے گئے ہیں۔ کیا نیپ پر پابندی اور ٹریبونل کی موجودگی آپ کی نظر میں درست ہے؟"

— ولی خان، ان کے خاندان اور ان کی پارٹی نیپ پر ۱۹۴۷ء سے یہ الزام لگایا جا رہا ہے کہ یہ لوگ صوبہ سرحد کو علیحدہ کرنا چاہتے ہیں، اور ولی خان روس نواز ہے۔ کیا ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ اور نیپ جمعیت کی مشترکہ صوبائی حکومت کے دور سے بہتر موقع علیحدہ ہونے کا مل سکتا ہے؟ اگر واقعی ولی خان علیحدگی پسند ہوتے تو کب کے علیحدہ ہو جاتے۔

بھٹو صاحب نے متحدہ محاذ کے زیر اہتمام ہونے والے لیاقت باغ راولپنڈی کے جلسہ عام میں فائرنگ کرائی۔ اس میں سینکڑوں افراد شہید ہو گئے۔ شہید ہونے والے صوبہ سرحد سے تعلق رکھتے تھے۔ ہماری بسیں جلائی گئیں۔ ہمارے آدمیوں پر بہیمانہ طریق سے ظلم و تشدد کیا گیا۔ اگر ولی خان یا صوبہ سرحد کے دوسرے زعما جن پر علیحدگی پسندی کا الزام ہے چاہتے تو ہلاک ہونے والوں کی لاشوں

چاہیئے۔"

• "حال ہی میں اکبر بگٹی تحریکِ استقلال میں شامل ہوئے ہیں۔ اس سے بلوچستان کی اندرونی سیاست پر کیا اثر پڑیگا؟"

— "اکبر بگٹی کے تحریکِ استقلال میں شامل ہونے سے بلوچستان کی سیاست میں مطلق کوئی اثر نہیں پڑے گا کیونکہ اکبر بگٹی صرف اپنے قبیلے کے ممتاز آدمی ہیں پورے بلوچستان کے نہیں"۔

• "موجودہ صورتِ حال پر مزید کچھ کہنا چاہیں؟"

— "ہاں بلدیاتی انتخابات کے بارے میں کچھ کہنا چاہوں گا۔ موجودہ حکومت نے مصالحتی کمیٹیاں بنانے کا اعلان کیا ہے۔ یہ کمیٹیاں حکومت چور دروازے سے بنانا چاہتی ہے کیونکہ موجودہ میونسپل کمیٹیوں میں پیپلز پارٹی کے افسران گھسے ہوئے ہیں اور یہی افسران کمیٹیوں کے اراکین کو چنیں گے۔ یقینی بات ہے کہ چور دروازے سے بنائی ہوئی مصالحتی

اتحاد سے کسی جماعت کے نکلنے سے قومی اتحاد کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا

ولی خان کی رہائی یا نیپ سے پابندی ہٹائے جانے کا کام حکومت اور عدالتِ عالیہ کا ہے۔ بھٹو کی خود کردہ جملہ بدعنوانیاں طشت از بام ہو چکی ہیں۔ اور صاف ظاہر ہے کہ ولی خان پر پابندی بھی انکے غلط کاموں میں سے ایک ہے۔ ہم چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر سے مطالبہ کرتے ہیں کہ نیپ سے پابندی ہٹا دی جائے اور انہیں سپریم کورٹ میں پیش کر کے صفائی کا موقعہ دیا جانا چاہیئے، اور اگر صفائی پیش نہ کر سکے اور سپریم کورٹ جو فیصلہ دے تو وہ ہمیں منظور ہے"۔

• "ولی خان اور ان کے والد عبدالغفار خان پر پختونستان بنانے کا الزام ایک عرصے سے لگایا جا رہا ہے۔ اس بات میں کتنی صداقت ہے؟"

— ولی خاں نے پنجاب، صوبہ سرحد اور صوبہ سندھ کے طوفانی دوروں میں کہیں بھی پختونستان کا نعرہ نہیں لگایا۔ ایک مرتبہ ولی خان نے چیلنج کیا تھا کہ اگر کوئی مجھ پر اس بات کو ثابت کر دے تو میں مجرم ہوں۔

کو پشاور۔ ڈیرہ اسمٰعیل خان بنوں کوہاٹ کی سڑکوں پر جلوس کی صورت میں پھراتے اور پختونوں کو پنجاب کے عوام کے خلاف ابھار کر علیحدگی کا رجحان پیدا کرتے اور علاقائی منافرت کو ہوا دیتے۔ اسکا نتیجہ یہ نکلتا کہ صوبہ سرحد میں کوئی مہاجر اور پنجابی نہ رہتا مگر ایسا نہیں کیا گیا کیونکہ نہ ولی اور ان کی جماعت علیحدگی پسند ہے اور نہ علیحدگی پسندوں کو برداشت کر سکتی ہے۔ اس کے باوجود صوبہ سرحد پر الزام منافرت ہے۔ یہ الزام محض الزام ہے اسکا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے"۔

• "کیا آپ پیپلز پارٹی پر پابندی کے حق میں ہیں؟"

— "جس طرح مسٹر بھٹو نے اپنے دورِ حکومت میں نیشنل عوامی پارٹی پر پابندی لگائی تھی اس طرح بھٹو کے بنائے ہوئے آئین کے مطابق مسٹر بھٹو کی پیپلز پارٹی پر پابندی لگنی چاہیئے اور اس کے خلاف سپریم کورٹ میں باقاعدہ ریفرنس پیش کرنا

کمیٹیوں میں بستہ "ب" کے بدقماش لوگ بھی آئیں گے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ عوامی سطح پر ان کا انتخاب ہوتا۔ اس طرح کے اقدامات سے ہم پھر اسی بیوروکریسی کی طرف گامزن ہیں۔ یہ قطعاً عوامی مفادات کے خلاف ہے۔ عوام کو ان اقدامات سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

چشمہ رائٹ بینک کینال کا معاملہ بھی یونہی پڑا ہے۔ اگرچہ اس منصوبے کی منظوری حکومت نے دے دی ہے جب تک ڈیرہ اسماعیل کو ۱۵۷۶۲ کیوسک پانی نہیں ملے گا۔ جب تک ہم یہ نہیں کہہ سکتے، ہماری ضروریات پوری ہو گئی ہیں اور ہمارا حق ہمیں مل گیا ہے۔

ڈیرہ اسماعیل خاں کی لاکھوں ایکڑ زمین پانی نہ ملنے کے باعث بنجر پڑی ہے۔ اگر اس زمین کو ضرورت کے مطابق پانی مل جائے تو ہم صوبہ سرحد کے علاوہ پنجاب کی بھی غلہ کی ضروریات کو پورا کر سکتے ہیں۔ اس وقت اولین ضرورت

پاکستان کا سیاسی مستقبل

بعض مضمرات اور امکانات

پاکستان کی سابق حکمران جماعت (پیپلز پارٹی مع اپنے قائد کے) اپنی موت آپ مر رہی ہے۔ قوم، جس کی قوت کے بل بوتے پر اس جماعت اور اس کے قائد نے اپنی حکمرانی کو دوام بخشنا چاہا تھا۔ آج وہ اس قوم کے ہاتھوں احتساب کے عمل سے گذر رہی ہے۔ اگرچہ اس میں شامل موقعہ پرست عناصر ابھی تک مواخذہ کے عمل سے بچے ہوئے ہیں۔ تاہم امید کرنی چاہیئے کہ احتساب کا موجودہ عمل ادھورہ نہیں رہے گا۔ اور موجودہ حکومت کسی بھی چالاک عنصر کو مواخذہ کی گرفت سے بچ نکلنے کا موقعہ نہیں دے گی اس لیے کہ تطہیر کا عمل اگر ذرا سا بھی نامکمل رہ گیا تو وہ پاکستان کے مستقبل پر اثر انداز ہوئے بغیر نہیں رہے گا۔ اور بچ نکلنے کی صورت میں موقعہ پرست عناصر آئندہ کے سیاسی عمل یا اقتدار کے تغیر کے وقت اپنی راہ نکالنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

اس خطرہ اور امکان کے پیشِ نظر، احتساب ہمہ گیر ہونا چاہیئے، جزوی اور نامکمل نہیں۔

ہاں اگر احتساب کا عمل شروع نہیں کیا جاتا، تو سیاسی عمل کے ذریعہ ماضی کے حکمرانوں کو سیاسی شکستِ فاش دی جا سکتی تھی، لیکن جب یہ عمل شروع کر دیا گیا ہے تو اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا اور تمام متعلقہ عناصر کو اس کی گرفت میں لانا نہایت ضروری ہے۔

بہر کیف صورتِ حال آئندہ کچھ بھی ہو یہ ایک امر واقعہ ہے کہ سقوطِ مشرقی پاکستان اور بھٹو صاحب اور پیپلز پارٹی کے برسرِ اقتدار آنے سے بقیہ پاکستان کی تاریخ کا جو باب شروع ہوا تھا وہ ختم ہو گیا۔ اور غیر سیاسی اور تعطل کے انجام کے ساتھ ختم ہوا ہے۔

موجودہ دَور عبوری دَور ہے اور ابھی تک یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ عبوری دَور کب ختم ہوگا اور اس کے بطن سے کس نئے سیاسی دَور کا آغاز ہوگا

بہر حال جلد یا بدیر ایک نئے سیاسی دَور کا آغاز ہوگا اور اس آنے والے دَور کے ممکنہ خد و خال کا ہم یہاں ایک سرسری اندازہ پیش کر رہے ہیں۔

"قومی اتحاد" پیپلز پارٹی کے مقابلہ میں ایک متبادل قیادت تھی اور اس قیادت نے ہی اپنے متحدہ عمل و اشتراک کے ذریعہ پیپلز پارٹی کے اقتدار کا طلسم پاش پاش کیا تھا۔

لیکن ذرا ٹھہریئے!

ہم کو پیپلز پارٹی کی حالیہ شکست اور اس کے خلاف پاکستان کی رائے عامہ کے زبردست ردِ عمل اور اظہار کے اسباب کا کھوج لگانے کے لیے کچھ ماضی کی طرف لوٹنا ہوگا۔

مشرقی پاکستان کے سقوط اور نوّے ہزار افواجِ پاکستان کی اسیری، نیز کئی ہزار مربع میل مغربی پاکستان کے علاقہ پر بھارتی افواج کے تسلط سے ملک میں جو سنگین اور نازک صورتِ حال پیدا ہو گئی تھی اور وہ چند روز جو ۱۶ دسمبر سے ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء تک گزرے، پاکستان میں فوجی استحکام کے لحاظ سے نہایت کمزور تھے۔ اس وقت سرحد، بلوچستان، سندھ اور پنجاب میں پایا جانے والا سیاسی استحکام تمام تر سیاسی جماعتوں کے اثر و رسوخ کا مرہونِ منت تھا جس میں پیش پیش جمعیۃ علمائے اسلام اور ممنوعہ نیشنل عوامی پارٹی تھی۔

اس لیے کہ ان دونوں پارٹیوں کا سیاسی اثر سرحد اور بلوچستان میں نہ صرف غالب تھا بلکہ ایک طرح سے مکمل کنٹرول میں تھا۔ ان دونوں جماعتوں جمعیۃ علمائے اسلام اور ممنوعہ نیشنل عوامی پارٹی نے پاکستان کی بقا اور سلامتی کے لیے، ان نازک ایام میں سرحد و بلوچستان کو ہر قسم کی بے چینی اور بے اطمینانی کی لہر اور ردِ عمل سے محفوظ رکھا اور اپنے سیاسی اثر و رسوخ سے سندھ اور بلوچستان میں بھی صورتِ حال کو قابو سے باہر نہیں ہونے دیا۔

ورنہ ظاہر ہے کہ مشرقی پاکستان کے سقوط، نوّے ہزار فوجیوں کی اسیری، مغربی پاکستان میں ہزارہا مربع میل علاقہ پر بھارت کا قبضہ اور اندرونِ ملک فوج اور سول سروس کی بے اثری ایسے حالات تھے کہ اگر پورے پاکستان میں علیحدگی پسندی کا ذرا سا بھی عنصر موجود ہوتا تو وہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھا سکتا تھا اور سرحد و بلوچستان کو تو علیحدگی سے روکنے والا کوئی موثر ذریعہ باقی ہی نہیں رہا تھا سوائے ممنوعہ نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیۃ علمائے اسلام کے، یہ دونوں جماعتیں اگر ذرا سا بھی پاکستان سے علیحدگی کا نظریہ رکھتی ہوتیں تو جو سیاسی اثر و

پورا پاکستان بھٹو صاحب اور پیپلز پارٹی کی شکارگاہ بن گیا

کنٹرول ان دونوں جماعتوں کو اس وقت سرحد و بلوچستان میں حاصل تھا اس سے وہ فی الفور فائدہ اٹھاتیں اور انہیں اس عمل سے روکنے والی کوئی طاقت وہاں موجود نہیں تھی۔

لیکن ان دونوں جماعتوں نے خلاء اور شکست کے ان ایام میں سرحد و بلوچستان کی پاکستان کے ساتھ وابستگی کے جذبہ کو برقرار رکھا اور سندھ و پنجاب میں بھی ایسے عناصر کو، اگر واقعی کچھ ایسے عناصر تھے تو، بے قابو نہیں ہونے دیا۔

دراصل ان نازک ایام میں جبکہ یحییٰ حکومت شکست کھا کر ناکام ہو چکی تھی اور ابھی تک مرکز خالی پڑا ہوا تھا، ان دونوں جماعتوں، جمعیۃ علماء اسلام اور نیشنل عوامی پارٹی نے پاکستان کے ساتھ اپنے اٹوٹ تعلق اور حب الوطنی کا ایسا مظاہرہ کیا جس کی مثال شاید ہی تاریخ میں ملے۔ اور بقیہ پاکستان کو بچائے رکھا۔

پھر جب بھٹو صاحب امریکہ سے واپس آ کر فوج کے طفیل برسرِ اقتدار آئے اور از سرِ نو بقیہ پاکستان کو مستحکم بنانے کا سوال سامنے آیا تو یہ جاننے کے باوجود کہ بھٹو صاحب اور ان کی پارٹی موقعہ پرست افراد کا ٹولہ ہے لیکن چونکہ افواجِ پاکستان نے ان پر اعتماد کر کے انہیں یحییٰ حکومت کا جانشین بنا دیا ہے اس لیے یہ دونوں جماعتوں

> **جبکہ یحییٰ حکومت شکست**
> **کھا کر ناکام ہو چکی تھی،**
> **اور ابھی تک مرکز**
> **خالی پڑا ہوا تھا!**

یعنی جمعیۃ علماء اسلام اور ممنوعہ نیشنل عوامی پارٹی نے بھی ملک کے اعلیٰ ترین مفادات کے پیشِ نظر بھٹو حکومت کے ساتھ قومی اسمبلی کے اندر، باہر تعاون کیا۔ اور ایک محبِ وطن حزبِ اختلاف تشکیل دینے کی کوشش کی۔

مغربی پاکستان کو ایک وفاق کی شکل دینے میں ان کا ہاتھ بٹایا، نوّے ہزار فوجیوں اور دوسرے ہزارہا سول افراد کو بھارت کی اسیری سے آزاد کرانے میں بھٹو حکومت کی حمایت کی اور مغربی پاکستان کے ہزارہا مربع میل علاقے کو بھارت سے آزاد کرانے میں ہر ممکنہ تعاون کیا۔

پاکستانی افواج بھٹو حکومت کے ساتھ تھیں اور بھٹو حکومت کا سارا دار و مدار فوج کے سہارے پر تھا۔ اس لیے جمعیت علماء اسلام اور ممنوعہ نیشنل عوامی پارٹی کا تعاون فی الحقیقت پاکستان کو بچانے اور اسے مستحکم بنانے میں فوج کے ساتھ تھا۔

بھٹو حکومت نے چند ماہ بعد، جب اس کی پوزیشن مستحکم ہو گئی اور اسے افواجِ پاکستان کی غیر مشروط حمایت و تعاون کا یقین ہو گیا تو سرحد و بلوچستان کی جمعیۃ، نیپ حکومتوں کے ساتھ اس کا رویہ عیارانہ اور معاندانہ بنتا چلا گیا، اور بالآخر دونوں صوبوں سے جمعیۃ، نیپ حکومتیں برطرف کر دی گئیں اور علیحدہ ہو گئیں۔

اس پہلی اور مکمل معاندلی کے باوجود دستور سازی میں دونوں جماعتوں نے مکمل تعاون کیا، اور پاکستان کو پہلی بار ایک متفقہ وفاقی دستور میسر آیا اور یہ صرف اس لیے ممکن ہوا کہ بلوچستان اور سرحد کے صوبوں کی نمائندہ طاقت جمعیۃ اور نیپ نے اس وفاقی دستور کو منظور کر لیا۔

تاہم بھٹو حکومت کا طرزِ عمل ان دونوں جماعتوں کے خلاف ہوتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ نہایت عیارانہ اور سفاکانہ طرزِ عمل سے کام لے کر نیشنل عوامی پارٹی کو پاکستان کی سیاست سے باہر نکال پھینکا اور جمعیت کو بے اثر کر دینے کی کوشش کی۔

اس پس منظر میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد پورا پاکستان بھٹو صاحب اور پیپلز پارٹی کی شکارگاہ بن گیا اور چونکہ انہیں فوج کی غیر مشروط اور وفادارانہ حمایت کا یقین اور بھروسہ تھا اس لیے بھٹو حکومت نے ظلم اور بدعنوانی کی ہر راہ اختیار کی اور ملک کے وسائلِ معیشت کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا اور برباد کیا اور جس کو چاہا نوازا اور جس کو چاہا محروم کر دیا۔ فوج کی غیر مشروط حمایت و تعاون کے یقین پر ہی انہوں نے مارچ کے الیکشن میں دھاندلیوں کا ریکارڈ قائم کیا اور اس کے خلاف جب عوام نے آواز بلند کی تو فوج کو عوام کے مقابلہ پر لا کھڑا کیا۔

یہ ہے مختصر تاریخ اس دور کی۔ فوج، جس کا اصل مقصد پاکستان کا تحفظ اور سلامتی ہے، بالآخر یہ سمجھنے میں کامیاب ہو گئی کہ بھٹو حکومت اس سے ناجائز فائدہ اٹھا رہی ہے، عوام میں سے رسوا کر رہی ہے اور ملک کو خانہ جنگی اور دیوالیہ ہو جانے کی طرف دھکیل رہی ہے۔

ان احساسات کے پیشِ نظر ۵ جولائی ۷۷ء کو فوج نے بھٹو صاحب سے اقتدار واپس لے لیا۔

دسمبر ۱۹۷۱ء میں فوج نے ہی انہیں اقتدار پر فائز کیا تھا اور جولائی ۱۹۷۷ء میں اقتدار سے ان کی علیحدگی بھی فوج کی بدولت ہی عمل میں آئی۔

چنانچہ بھٹو صاحب کا سارا دورِ حکومت اس اعتبار سے ایک غاصبانہ اور موقعہ پرستانہ دور تھا جو مکافاتِ عمل کا شکار ہو گیا۔

بھٹو صاحب کے دورِ حکومت میں جب تک قومی اتحاد قائم نہیں ہوا تھا ان کے مظالم اور عیارانہ سیاست کو اگرچہ حزبِ اختلاف کی دوسری جماعتیں ہی چیلنج کر رہی تھیں، لیکن وطن دشمنی اور غداری کے الزامات، جمعیت علمائے اسلام اور این۔ ڈی۔ پی پر ہی عائد کیے جا رہے تھے۔ اور بیگم نسیم ولی خان، مفتی محمود اور شیربانہ

مزاری، بھٹو حکومت کے ان عیارانہ حملوں کا اولین شکار بن رہے تھے۔ اور یہ ہی تینوں مل کر نیپ اپنی اپنی جگہ بھٹو حکومت کے ہر چیلنج کا مقابلہ کر رہے تھے۔ اور رائے عامہ کو بھٹو حکومت کی جابرانہ اور عیارانہ روش سے آگاہ کر رہے تھے۔ حتی کہ ایک وقت ایسا آگیا کہ سب ہی جماعتیں بلا تخصیص جمعیۃ اور این۔ ڈی۔ پی کی بھٹو مخالفت مہم میں شریک ہوگئیں اور "قومی اتحاد" کی تشکیل عمل میں آگئی جس کے صدر جناب مفتی محمود صاحب منتخب کیے گئے۔

"بیگم نسیم ولی خان" مفتی محمود اور شیر باز مزاری

بھٹو حکومت کے ان عیارانہ حملوں کا اولین شکار بن رہے تھے

آج مسئلہ یہ در پیش ہے کہ پیپلز پارٹی کے زوال کے بعد پاکستان کو ایک نئے سیاسی سفر کی ابتداء کرنی ہے۔ قومی حکومت اپنی کارروائیاں مکمل کرنے کے بعد اقتدار بہرحال عوام کے نمائندوں کے حوالے کر دے گی اور اسی کے فوراً بعد ہی نئے سیاسی سفر کا آغاز ہو جائے گا۔

یہ سفر موجودہ "قومی اتحاد" مل کر شروع کرے گا، یا اپنی صفوں کو تقسیم کر کے شروع کرے گا۔ قومی اتحاد کے آئندہ فیصلے پر اس کا دار و مدار ہے۔ تاہم یہ بات بہ ادنیٰ تامل سمجھ میں آسکتی ہے کہ فوج کی طرف سے جاری احتساب کا عمل اگر ہمہ گیر نہ ہوا اور تکمیل تک نہیں پہنچا تو موقعہ پرست عناصر سیاسی سفر کے آغاز کے وقت یقیناً در آئیں گے۔ ان کو روکنے اور ناکام بنانے میں کامیابی صرف اور صرف اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جبکہ "قومی اتحاد" اپنی موجودہ شکل میں قائم رہے اور اس کے وہ فیصلے برقرار رہیں جو گزشتہ عرصہ میں کیے گئے۔

یہ بات کہ ان فیصلوں سے کسی ایک یا دو صوبوں میں کسی ایک یا دو جماعتوں کو واضح اکثریت مل سکتی ہے، ایک ایسا مفروضہ ہے جسے ہوا بنا کر نئی سیاسی صورت حال کی ابتداء شکوک و شبہات سے ہونے کا اندیشہ ہے۔

ظاہر ہے کہ اگر صحیح جمہوری عمل کو بروئے کار لایا گیا اور انتخابات آزادانہ اور غیر جانبدارانہ ہوئے اور قومی اتحاد قائم رہا تو ہر صوبے میں خواہ ایک ایک پارٹی کو ہی اکثریت حاصل ہو، پاکستان کی مجموعی سیاست، وفاق کا اتحاد اور مرکز کی واحدنیت ہرگز متاثر نہیں ہوسکتی، بلکہ اس سے تو خوشدلانہ اور رضاکارانہ اشتراک عمل کی جو راہ کھلے گی وہ پورے پاکستان کے اتحاد و استحکام کی حقیقی راہ ہوگی۔

لیکن اگر زیر دستی کے فیصلوں کے ذریعہ اور یک طرفہ طور پر، ایک ہی پارٹی کو چاروں صوبوں میں اور مرکز میں برسر اقتدار لانے کی کوشش کی گئی تو ماضی کی تیس سالہ تاریخ کے شبہات اور بے یقینی بلکہ مایوسی اور بددلی تک نوبت پہنچ سکتی ہے۔

اس لیے ضرورت ہے کہ گزشتہ دور کے تمام حقائق کو پیش نظر رکھا جائے۔ قومی اتحاد کے سابقہ فیصلوں پر مبنی پروگرام بروئے کار لایا جائے۔ ایک نیا سیاسی "مانیا" پیدا نہ کیا جائے۔ اور وفاق میں شامل یونٹوں کی حقیقی سیاسی طاقتوں کو مایوس نہ بنایا جائے۔

اتحاد و اشتراک جب تک غیر مشروط رہتا ہے اور دباؤ سے آزاد ہوتا ہے وہ اسی وقت تک نتیجہ خیز رہتا ہے، ورنہ دشمن عناصر کے لیے اس سے زیادہ سنہرا موقعہ کوئی نہیں ہوگا کہ اتحاد و اشتراک کے عمل کو شرائط اور دباؤ کے ذریعہ کمزور بنا کر اپنی راہ ہموار کرلیں۔

کیا "قومی اتحاد" کے اکابر اور ذمہ دار حضرات اس حقیقت کو نہیں سمجھتے؟

نظام مصطفیٰ کا نفاذ تو خیر اللہ کی توفیق سے ہی عمل میں آئے گا اور انشاء اللہ ضرور عمل میں آئے گا۔ یہاں تو سوال پاکستان کو بچا کر لے جانے کا ہے۔

احتساب کے بعد بھی موقعہ پرست عناصر کے باقی رہنے کا امکان ہے۔ امریکی صدر کے اس علاقہ سے متعلق حالیہ بیانات اور اس کے آئندہ کے دورہ بھارت سے جن سیاسی مضمرات کو آئندہ سر اٹھانے کا موقعہ مل سکتا ہے اس سے موقعہ پرست عناصر یقیناً فائدہ اٹھائیں گے۔ اور قومی سیاست کا دھارا دفعتاً بدل سکتا ہے۔ اس کا مقابلہ "قومی اتحاد" کی صفوں کو مضبوط اور فعال بنا کر ہی کیا جا سکتا ہے۔

یہ کوشش سراسر احمقانہ ہی نہیں بلکہ پاکستان دشمنی پر مبنی ہوگی اگر "قومی اتحاد" کو اس لیے منتشر اور کمزور کر دیا جائے کہ جمعیۃ علماء اسلام اور این۔ ڈی۔ پی کو سرحد و بلوچستان میں اکثریتی اثر و رسوخ حاصل نہ رہے۔ سرحد و بلوچستان سے جمعیۃ اور این۔ ڈی۔ پی کے وسیع اثر کو ناکام بنانے سے پاکستان کی سلامتی کے مخالف عناصر زور پکڑ سکتے ہیں اور سرحد و بلوچستان ہی نہیں بلکہ سندھ اور پنجاب کے عوام میں بھی شکوک کی فضا پھیلا سکتے ہیں۔ اس لیے جمعیۃ اور این۔ ڈی۔ پی کے لیے نہیں کسی اور جماعت کیلئے نہیں بلکہ پاکستان کی بقاء، سلامتی، استحکام، اتحاد، امن اور دشمنان پاکستان کے عزائم بد ارادوں سے تحفظ کے لیے قومی اتحاد کو شکل موجودہ اپنے سابقہ فیصلوں سمیت برقرار رکھنا نہایت ضروری ہے۔ یہ ہی آج اسلام کا بھی تقاضا ہے اور مسلم ملکوں کے ساتھ روابط مستحکم بناتے اور ایشیائی و افریقی عوام

سرحد و بلوچستان سے جمعیۃ اور این ڈی پی کے وسیع اثر کو ناکام بنانے سے پاکستان کی سلامتی کے مخالف عناصر زور پکڑ سکتے ہیں:

کیساتھ متحد رہنے اور دائیں اور بائیں بازو کی بڑی طاقتوں کے خطرہ سے نمٹنے کیلئے "قومی اتحاد" کو برقرار رکھنا

احمد حسین کمال

پاکستان اور بنگلہ دیش کو کنفیڈریشن

کی صورت میں متحد ہو جانا چاہیئے

"مفتی محمود"

حضرت مولانا مفتی محمود کا برٹش براڈکاسٹنگ کارپوریشن کو دیا ہوا انٹرویو

پاکستان قومی اتحاد کے سربراہ مولانا مفتی محمود نے کہا ہے کہ پاکستان اور بنگلہ دیش کی کنفیڈریشن بن جانی چاہیئے۔ کیونکہ یہ اب ہر اعتبار سے قابلِ عمل ہے۔ مفتی صاحب جو آج کل برطانیہ گئے ہوئے ہیں، لندن میں پاکستانیوں کے ایک اجتماع سے خطاب کر رہے تھے جس کے دوران انہوں نے حمود الرحمٰن کمیشن سے کر قومی اتحاد کے مستقبل تک کے بارے میں متعدد سوالات کے جواب دیئے۔

پاکستان اور بنگلہ دیش کے دوبارہ متحد ہونے کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں مفتی صاحب نے فرمایا۔

ویسے تو پورا عالمِ اسلام ایک مرکز کے تابع ہونا چاہیئے مگر ایسا ممکن نہیں ہے۔ رہا سوال پاکستان اور بنگلہ دیش کا۔ ان کی فیڈریشن نہ سہی، کنفیڈریشن قائم ہو سکتی ہے اور یہ ہر اعتبار سے قابلِ عمل ہوگی۔

انہوں نے مزید فرمایا کہ قومی اتحاد دوبارہ برسرِ اقتدار آنے کی صورت میں ملک کو دوبارہ متحد کرنے کی کوشش کرے گا۔

تحریکِ استقلال کی قومی اتحاد سے علیحدگی کی خبروں کے بارے میں سوالوں کے جوابات دیتے ہوئے انہوں نے فرمایا، اختلافات کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے، یہ پیدا ہو سکتے ہیں۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ تحریک اتحاد سے علیحدہ نہیں ہوگی۔ قومی اتحاد کے ارفع و اعلیٰ مقاصد کی تکمیل میں برابر کی شریک ہوگی۔ اور ہم باہمی اختلافات کو خوش اسلوبی سے رفع کر لیں گے۔

مفتی صاحب نے مزید فرمایا کہ قومی اتحاد کی مرکزی کونسل کا اجلاس میرے وطن واپسی سے پہلے نہیں ہو سکے گا۔ نو جماعتوں کے لیڈروں کو حج کے موقع پر خانۂ خدا میں جمع ہو کر تجدیدِ عہد کرنی چاہیئے۔

ایک اور سوال کے جواب میں انہوں نے فرمایا:

اب ولی خان کی نظر بندی کا کوئی جواز نہیں۔ بہتر ہوگا اگر انہیں ضمانت پر رہا کر دیا جائے۔ اور نیپ کے سلسلے میں سپریم کورٹ کو ریفرنس بھیجا جائے۔ چونکہ پہلا ریفرنس قطعی یک طرفہ تھا۔

پاکستان کے ذمہ بین الاقوامی قرضوں کی ادائیگی سے متعلق سوال کے جواب میں انہوں نے فرمایا۔ جو قرضے پاکستان کی تعمیر و ترقی پر صرف کیے گئے ہیں وہ ضرور ادا کیے جائیں۔ تاہم اربوں روپوں کے وہ قرضے جو بھٹو حکومت ذاتی مصرف میں لائی، ادا نہیں کیے جا سکتے۔

انہوں نے کہا کہ بھٹو حکومت نے بیرونی قرضے بھی عیاشی پر اڑائے۔

اپنے خطاب کے دوران مفتی صاحب نے فرمایا کہ اتحاد کی مقبولیت سے بوکھلا کر مخالفین اس کے بارے میں مختلف النوع افواہیں اڑا رہے ہیں۔

انہوں نے فرمایا کہ قومی اتحاد پر یہ الزام غلط ہے کہ وہ برسرِ اقتدار آ کر خواتین کو چار دیواری میں قید کر دے گا۔

اور یہ کہ غیر ملکیوں کے پاکستان آنے جانے پر پابندی عائد کر دی جائے گی۔

مفتی صاحب نے فرمایا ہم پاکستان کو صحیح اسلامی مملکت بنائیں گے جس میں تمام شہریوں کو یکساں حقوق و مراعات حاصل ہوں گی۔

انہوں نے کہا کہ بھٹو کی حکومت جمہوری نہیں تھی۔

بھٹو کے دورِ حکومت میں اربوں روپے کے غیر ملکی

قرضے ذاتی استعمال میں لائے گئے

عوامی حکومت کی حقیقت اور مشاہدہ

محمد زاہد بلند شہری

ایک مزدور رہنما کو بغیر وارنٹ دکھائے ۴۰ ماہ تک جیل میں رکھا!

مزدوروں نے اپنے حقوق کی جنگ اپنے ان رہنماؤں کی قیادت میں لڑی جنہیں چالیس چالیس ماہ تک مقدمہ چلائے بغیر جیل میں رکھا اور خصوصاً اس مزدور لیڈر نے جو محض مزدوروں کے حقوق کی جنگ ۱۶ سال تک جیل کی اندھیری اور تنگ کوٹھڑیوں میں لڑتا رہا ہے جسے متعدد مرتبہ ہلاک کرنے کے لیے زہر کے انجکشن لگائے گئے، جسے مارنے کے متعدد منصوبے بنائے مگر رحمتِ خداوندی سے ہر مرتبہ بچ گیا.... جس نے اپنا حق حاصل کرنے کے لیے چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان کے نام ایک طویل خط مورخہ ۱۷ دسمبر ۱۹۷۵ء کو ارسال کیا۔ لکھتا ہے:-

"حضور والا! میرا مخالف پارٹی (پیپلز پارٹی) جو خود اس وقت حکومت پر قابض ہے۔ جس نے اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کر کے مجھے میرے آئینی قانونی اور انسانی حقوق سے محروم کر دیا ہے۔ آپ اس ملک کی سب سے بڑی عدالت کے سب سے بڑے عہدے پر فائز ہیں، آپ فیصلہ کریں کہ آیا میرے جیسا ایک شہری جسے مسلسل ۴۰ ماہ حبس بے جا میں رکھا گیا ہے، جس کا دفتر، اور گھر وغیرہ گرا دیا گیا جسکے ساتھیوں کو زہر کے انجکشن دے کر شہید کر دیا گیا ہے سینکڑوں کو سمندر کی تند لہروں کی نذر کر دیا گیا ہزاروں کو نہ صرف ملوں سے نکال دیا گیا بلکہ ان کو غائب کر دیا گیا جن کے بارے میں ابھی تک معلوم نہیں ہے کہ وہ کہاں ہیں اور ان کے ساتھ کیا ہوا اور میں خود اس وقت ایک خوانچہ فروش کے پاس صوبہ بدری کی غیر انسانی اور ہلاکو و چنگیز خاں کی روحوں کو تڑپا دینے والی سازشوں کے خلاف آئینی، قانونی، جمہوری انسانی اور اخلاقی جدوجہد نہیں کر سکتا۔ کیونکہ باقاعدہ کیس وغیرہ کی فیس ادا نہیں کر سکتا"۔

عمر حیات نیازی مزدوروں کے حقوق کی جنگ لڑنے والا غازی جسے بغیر وارنٹ دکھائے ۴۰ ماہ تک جیل میں رکھا اور ۲ اگست ۱۹۷۵ء کو سنٹرل جیل کراچی سے نکال کر لاہور اسٹیشن پر ۴ اگست ۱۹۷۵ء کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا گیا کہ آپ کو صوبہ بدر کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو صوبہ بدری کا حکم نامہ جو گورنمنٹ آف سندھ کے ہوم ڈیپارٹمنٹ سے جاری کیا گیا اور اس کی چار کاپیاں ضلعی مجسٹریٹ کراچی، انٹیلی جنس حکومت پاکستان کراچی، ایس پی سندھ اور ڈی آئی جی سندھ مقیم کراچی کو ارسال کی گئی ہیں۔

"حکومتِ سندھ ہوم ڈیپارٹمنٹ،
جیوڈیشنل سیکشن کراچی ۱۴ جون ۱۹۷۵ء
حکم:-

نمبر ۴/۷ SOJ - (۴۳) XIII - چونکہ حکومت سندھ کی مسٹر عمر حیات نیازی کے سلسلے میں رائے یہ ہے کہ اس کو ان کارروائیوں سے روکا جائے جو صوبہ سندھ کے تحفظ اور قیامِ امن کے منافی ہیں۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ اس کو صوبہ سندھ سے نکال دیا جائے تاکہ اس کی طرف سے ایسی کارروائیاں کرنے کا امکان نہ رہے۔

لہٰذا اب ڈیفنس آف پاکستان رولز کی دفعہ (ڈی) سب رول (۱) ۳۲ کے تحت جو اختیار حاصل ہے حکومتِ سندھ یہ حکم دینے پر مسرت محسوس کرتی ہے کہ عمر حیات نیازی اس حکم کی وصولی کی تاریخ سے صوبہ سندھ سے نکل جائے۔

محمد خان جنیجو،
سیکرٹری ہوم ڈیپارٹمنٹ، حکومت سندھ۔

نیازی نے جب دوبارہ صوبہ سندھ میں مزدوروں کی تحریک چلانے اور ان کے جائز حقوق دلوانے کے لیے کوئٹہ اور، ڈیرہ غازی خان، لورالائی، کوئٹہ، قلات سے خضدار اور بیسیلہ ہوتے ہوئے کراچی جانے کی کوشش کی تو پولیس نے مخبری ہونے پر خضدار میں گرفتار کر لیا۔ اور خضدار کے قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا۔

۹ مئی کا ذکر ہے، الیکٹرک ملز نیازی آباد دھابیجی ٹھٹھہ میں مزدور یونین کے انتخابات کے مسئلہ پر ہڑتال ہوئی تو کراچی سے سابق صوبائی وزیر صنعت حاجی عباس قاسم پٹیل، سابق وزیر محنت عبدالستار گبول، سابق صوبائی وزیر محمد خان سومرو، سابق وزیر خوراک بشیر احمد اور مسٹر عبدالحمید ایم۔پی۔اے پر مشتمل ایک سرکاری وفد مزدور رہنماؤں سے ملنے کے لیے ٹھٹھہ آیا۔ وفد نے عمر حیات نیازی کو بھاری رقوم اور مفادات کا لالچ دے کر مزدور دشمنی پر آمادہ کرنا چاہا۔ عمر حیات نیازی نے انکار کیا تو ایک وزیر طیش میں آگیا اور اس نے درشتی کے لہجہ میں کہا کہ:

"حکومت مزدوروں سے نبٹ لے گی"۔

۹ مئی (۱۹۷۲ء) کو ہی حکومتِ سندھ نے ڈی سی اور ایس پی کو حکم دیا کہ عمر حیات نیازی کو گولی ماردی جائے۔ مگر انہوں نے اس مزدور دوست محنت کش پر گولی نہیں چلائی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ڈی۔سی اور ایس۔پی سندھ کو تبدیل کر دیا گیا اور انسپکٹر یوسف بلوچ اور ایس۔ڈی۔ایم اشفاق عباسی کو مکمل اختیارات دے کر متذکرہ عہدوں پر لے آئے۔ اور ملیر کے صنعتی علاقے کو بدامنی اور نقضِ امن کے اندیشہ کے پیشِ نظر پولیس اسٹیٹ بنا دیا گیا۔

دوسرے روز یعنی ۱۰ مئی (۱۹۷۲ء) کی صبح کو (جو ایک صوبائی وزیر نے کہا تھا اسے سچ کر دکھایا اور) عمر حیات نیازی کے ساتھیوں کو ہنگامہ آرائی، توڑ پھوڑ، مار دھاڑ، لوٹ مار اور تشدد کے جھوٹے الزامات کے تحت پکڑ لیا گیا۔ جبکہ عمر حیات نیازی پر صوبائی وزیر صنعت حاجی قاسم پٹیل کو قتل کرنے کی سازش کے الزام میں سنگین نوعیت کا جھوٹا مقدمہ قائم کر دیا گیا اور یہ مقدمہ ان ۱۰۱ مقدمات میں ایک ہے جو عمر حیات نیازی پر مزدور دوستی اور اقدامات کی راہ میں دیوار حائل کرنے کے الزام

بنائے گئے تھے۔ اس مقدمہ کا مدعی سید انور حسین گہلو ڈی۔ ایس پی سجاول ضلع ٹھٹھہ گواہ ارشاد علی مرزا ایس ایچ او گھارا بنا تھا۔ یہ مقدمہ وزیر محنت عبدالستار گبول کے ایما پر اور انسپکٹر جنرل پولیس سندھ کے حکم کے مطابق درج ہوا تھا۔ تھانہ گھارو کے کاغذات میں اس مقدمہ کا نمبر ۱۶ درج ہے۔ ملاحظہ ہو مقدمہ کی ایف آئی آر کی نقل:

"بعدالت جناب سول جج اور ایف سی۔ ایم
صاحب ٹھٹھہ نمبر ۱۶ تھانہ گھارو ضلع ٹھٹھہ
تاریخ و وقت وقوعہ ۱۶ مئی ۱۹۷۲ء
تاریخ و وقت رپورٹ ۱۹۷۲ء۔ تھانہ
سے روانگی کا وقت و تاریخ ۱۶/۵/۷۲۔

"میں ڈی ایس پی سجاول ہوں اور بہ سلسلہ ڈیوٹی لیبر اسٹرائیک دھابیجی آیا ہوں۔ مسٹر عباس حاجی قاسم بیٹیل منسٹر آف انڈسٹریز صوبہ سندھ، مسٹر عبدالستار گبول اور مسٹر محمد خان سومرو منسٹر صاحبان مزدوروں اور مالکان ملز دھابیجی کے درمیان تنازعات طے کرانے کے لیے مورخہ ۹-۵-۷۲ کو مسٹر عباس بیٹیل وزیر کے قتل کرنے کے لیے اپنے آدمی مامور کر دیئے تھے۔ جو ان کا سر کاٹ کر اس کے سامنے پیش کریں گے۔ اس قسم کی گفتگو عمر حیات نیازی ملزم نے ایس۔ ایچ۔ او ساکرو نجم الدین گہلو سے بھی کی جبکہ وہ لاک اپ گئے تھے۔ چنانچہ ہر دو انسپکٹران نے یہ گفتگو ایس۔ ڈی۔ آئی ٹھٹھہ اور ایس پی صاحب ٹھٹھہ کو بتلائی۔ جناب ایس۔ پی صاحب نے آئی جی پی صاحب کو فوراً مطلع کر دیا۔ جناب آئی۔ جی پولیس نے اس سلسلہ میں ضروری اقدامات کی ہدایت کی اور جناب ایس۔ پی صاحب نے مجھے ایل۔ ڈی۔ ایس۔ پی کو حکم امروزہ دیا کہ مقدمہ رجسٹرڈ کر کے تفتیش مکمل کی جاوے لہٰذا مقدمہ بجرم دفعہ ۵۰۶ پ پ ک بنام عمر حیات نیازی مطابق دفعہ ۱۵۴ پ پ ک درج رجسٹرڈ کیا گیا اور رپورٹ بدفعہ ۱۵۷ پ پ ک عدالت متعلقہ کو روانہ کی گئی۔ میں ڈی ایس پی مصروف تفتیش ہوں۔"

دستخط ڈی ایس پی
مورخہ ۱۶-۵-۷۲ سجاول

ان جھوٹے مقدمات کے باوجود اس نے اپنے

کی لہر دوڑ گئی۔

گھارو دھابیجی اور کراچی کے صنعتی علاقے کے مزدور بڑی تعداد میں کام چھوڑ کر سڑکوں پر آ گئے۔ مزدوروں نے اپنے حقوق اور مزدور راہنماؤں کی رہائی کے حصول کے لیے مظاہرے شروع کر دیئے۔ جلوس اور مظاہرے روزانہ کا معمول بن گیا۔ حکومت نے اس تحریک کو تشدد سے دبانے کے لیے ۷ جون کو سائیٹ میں مزدوروں کے مظاہرہ پر پولیس سے فائرنگ کروائی۔ اس کے نتیجے میں ایک مزدور شعیب شہید اور متعدد زخمی ہو گئے۔ لاتعداد مزدوروں کو گرفتار کر لیا گیا۔

۸ جون کو سائیٹ کراچی کی مضافاتی بستی بنارس کالونی میں صبح پولیس نے مزدوروں پر بلا دریغ فائرنگ کی اس سے گیارہ مزدور شہید اور متعدد زخمی ہو گئے۔ مزدوروں کے اس مظاہرے سے قبل پونے دس بجے تک تقریباً تین ہزار مزدور جمع ہو چکے تھے، اور وہ تقریروں کے بعد کل کے شہید شعیب کو جلوس کی شکل میں ناظم آباد لے جانا چاہتے تھے مگر پولیس نے جانے سے روک

عُمر حیات نیازی کے قتل کی سازش سابق وُزراء نے تیار کی،

دھابیجی تشریف لائے تھے۔

اور مالکان ملز و مزدوروں کو ہدایت کی تھی کہ آپس میں اپنے اپنے جو بھی تنازعات ہیں طے کر لیں اور قانون کو اپنے ہاتھ میں نہ لیں۔ جو بھی قانون شکنی کرے اس کے خلاف فوری قانونی کارروائی عمل میں لائی جائے۔

مورخہ ۱۰ مئی ۷۲ء کو النور ملز کے مزدوروں نے دھابیجی میں زیر سرکردگی عمر حیات خان نیازی مزدور لیڈر وغیرہ جملہ پولیس جو ڈیوٹی پر متعین تھا مزاحمت کی۔ جس کے باعث عمر حیات نیازی بمعہ دیگر ملزمان کو موقع پر بجرم مقدمہ نمبر ۱۳/۷۲، دفعہ ۵۰۶/۳۳۲، ۵۰۶/۱۴۹، ۱۴۸/۱۴۹، ۳۰۷/۱۴۷ پ پ ک گرفتار کر لیا گیا۔ مسٹر ارشاد علی مرزا ایس ایچ او گھارو بمعہ پولیس پارٹی کے ملزم عمر حیات نیازی کو لے کر ساکرو تھانہ لاک اپ میں بند کرنے کے لیے روانہ ہوئے گئے۔ اثناء راہ عمر حیات ملزم نے ان سے کہا کہ اس نے

مقصد اور مزدور برادری سے غداری نہ کی تو کراچی میں اور ضلع ٹھٹھہ میں اس کو قتل کرانے کی ناکام سازش کی گئی۔ اور عمر حیات نیازی کے "قتل کی یہ سازش" سندھ کے چند سابق صوبائی وزراء کے بنگلوں کے ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر مرتب کی گئی تھیں۔ واضح رہے کہ عمر حیات نیازی صوبہ سندھ کی دس مزدور یونینوں کا متفقہ راہنما رہ چکا ہے اور ضلع ٹھٹھہ کے صنعتی علاقے میں اس کے نام کی مزدور کالونی موجود ہے۔ اور لائل پور (فیصل آباد) کی سابقہ کوہ نور ٹیکسٹائل ملز کی مزدور یونین کی قیادت کر چکا ہے اور ملتان، خانیوال، رحیم یار خان، حیدر آباد اور کراچی کے ہزاروں مزدور اس کے پرچم تلے جمع ہو کر گولیوں سے سینے چھلنی کرا چکے ہیں۔

نیازی کے گرفتار ہوتے ہی سندھ میں موجود تمام ملوں اور صنعتی اداروں میں مزدوروں میں بے چینی

دیا۔ اور آدھ گھنٹہ تک آنسو گیس پھینکی گئی۔ پولیس کے آنسو گیس اور بہیمانہ فائرنگ کے بعد مزدوروں کی مجلس عمل نے ۱۰ جون کو عام ہڑتال کا اعلان کیا۔ اور مزدوروں کی مجلس عمل نے جن مطالبات پر زور دیا ان میں سندھ کے وزیر اعلیٰ ممتاز علی بھٹو، وزیر محنت عبدالستار گبول کی فوری برطرفیوں کا مطالبہ سرفہرست ہے۔ مطالبات میں مزید کہا گیا کہ ایس۔ ڈی۔ ایم، ڈی۔ ایس۔ پی انچارج اور ایس ایچ او کو معطل کر کے گرفتار نہیں کیا جاتا، فیروز سلطان انڈسٹریز کے مالکان کو گرفتار کر کے قتل کے الزام میں ان کے خلاف مقدمات درج نہیں کیے جاتے، ہلاک ہونے والوں کے ورثا کو معقول معاوضہ نہیں دیا جاتا، مزدوروں کے خلاف مقدمات واپس نہیں لیے جاتے کراچی کے صنعتی اداروں میں ہڑتال جاری رہے گی اور اسے توڑنے کی تمام کوششوں کا انقلابی بنیادوں پر مقابلہ کیا جائے گا۔

۱۰ جون (۱۹۷۲ء) کو متعدد جماعتوں، پارٹیوں، انجمنوں نے پولیس تشدد کے خلاف احتجاج کیا۔ ان میں انجمن ترقی پسند مصنفین، پیپلز پارٹی کراچی کے تین حلقے، جمعیۃ علماء اسلام شامل ہیں۔ ان انجمنوں اور جماعتوں نے کہا کہ مزدوروں پر فائرنگ کی تحقیقات کے لیے ہائی کورٹ کے ججوں پر مشتمل کمیشن قائم کیا جائے۔

مزدور محنت کشوں پر ظلم و تشدد اور بربریت کا یہ سلسلہ طویل عرصہ تک جاری رہا۔

۲۳ اکتوبر (۱۹۷۲ء) کو لانڈھی میں مزدوروں کے احتجاجی اجتماع پر ڈکٹیٹر شپ کو خوش کرنے کے لیے درندہ صفت پولیس نے بے تحاشا آنسو گیس پھینکی اور پھر گولی چلائی جس کے نتیجہ میں لاتعداد مزدور زخمی ہوگئے۔ سینکڑوں مزدوروں کو گرفتار کر کے سندھ کی جیلوں کو بھر دیا گیا۔

مزدور انجمنوں اور تنظیموں کی جانب سے اس بہیمانہ فائرنگ اور آنسو گیس کی شدید مذمت کی گئی۔ ریلوے لیبر یونین کے صدر، نائب صدر، آرگنائزنگ سیکرٹری، ریلوے پلیٹ فارم قلی ایسوسی ایشن، پاکستان ورکرز فیڈریشن کے آرگنائزنگ سیکرٹری، پاکستان کریمین انڈسٹریل سروس کے لیبر ریلیشن سیکرٹری۔ پرنسس گلاس مزدور یونین، وزیر علی انجینئرنگ لمیٹڈ ورکرز یونین نے اپنے اپنے بیان میں کہا کہ مزدوروں کے مطالبات فوری طور پر تسلیم کیے جائیں اور وزیر محنت مستعفی ہو جائیں۔ کیونکہ طاقت سے مسائل حل نہیں ہوتے بلکہ الجھ جاتے ہیں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ مزدور راہنما عثمان بلوچ کو رہا کیا جائے جس کو لانڈھی میں فائرنگ کے دوران گرفتار کیا گیا ہے۔

ادھر مزدور تحریک زوروں پر تھی ادھر سندھ، پنجاب سرحد اور بلوچستان کے سرمایہ دار ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اسلام آباد پہنچے اور راولپنڈی کے مختلف ہوٹلوں میں ٹھہرے ہوئے تھے ان صنعت کاروں اور سرمایہ داروں نے چند ایم۔ این۔ اے حضرات کی معیت میں سربراہ حکومت سے ملاقات کی۔ اس ملاقات کے فوراً ہی بعد پولیس کو حکم جاری کر دیا گیا کہ مزدوروں کو سختی سے کچل دیا جائے۔ اور صنعتی امن قائم کرنے کے لیے اگرچہ چند سو افراد کو ہلاک بھی کرنا پڑے تو دریغ نہ کیا جائے۔

اس اہم ملاقات میں صنعت کاروں اور برسر اقتدار پارٹی کے درمیان کیا افہام و تفہیم ہوئی اس سے قطع نظر بعض واقف حال لوگوں کا کہنا ہے کہ صنعت کاروں نے مزدوروں کو کچلنے کے مشترکہ فنڈ میں ۲۲ لاکھ چندہ دینے کا وعدہ کیا اور بعض وزراء اسی لیے سرمایہ داروں کے مفادات کی حفاظت کر رہے تھے۔

عمر حیات نیازی کو مزدوروں کے حقوق کے حصول کی جدوجہد میں بھٹو حکومت نے ۱۰ مئی (۱۹۷۲ء) کو گرفتار کیا اور ۳۰ ماہ بعد یعنی ۱۲-۹-۱۹۷۴ء کو سندھ ہائی کورٹ میں سینئر جج جناب نور العارفین اور جسٹس حلیم پر مشتمل بنچ کے روبرو پیش کیا گیا۔ اس وقت اس کے تن پر عملی کپڑے نہیں تھے اور اس ظالمانہ طویل قید کے عرصہ میں وزن ۱۶۳ پونڈ سے گھٹ کر ۸۰ پونڈ رہ گیا۔ اور پھر اس پر ستم بالائے ستم یہ کہ اس عرصہ میں اس کے والدین انتقال کر گئے۔ اور ۳۰ ماہ پہلے اس نے حجامت بنوائی اور ۳۰ ماہ پہلے ہی وہ نہایا تھا اور اسی دوران میں اس کا قائم کردہ مزدور تنظیم کا دفتر اور اس کا گھر تباہ کر دیا گیا۔ ہزاروں ساتھیوں کو زہر کے انجکشن دیکر مزدور کش پالیسی کی راہ میں حائل پتھر کو ہٹا دیا گیا۔ زہر کے انجکشن سے شہید ہونے والوں میں خان زمان مزدور لیڈر جو کرگل احمد ٹیکسٹائل مل کی مزدور یونین کے نائب صدر تھے، شامل ہیں۔ متعدد افراد کو غائب کر دیا گیا۔

جون ۱۹۷۳ء کو ظہور الحسن نے وزیر اعلیٰ ممتاز علی بھٹو سے مزدوروں کی گمشدگی کے متعلق سوال کیا کہ کتنے آدمی گرفتار کیے ہیں؟

انہوں نے جواب دیا:

"۱۹۷ آدمی، ۵۰ کو موقع پر رہا کر دیا گیا۔"

مگر رہا ہونے والوں کے نام پتے اور تفصیل ابھی تک معلوم نہیں ہو سکی۔ یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ انہیں سمندر کی نذر کر دیا گیا۔

ان تمام مظالم کو عمر حیات نیازی نے اپنی رٹ پٹیشن میں ہائیکورٹ سندھ میں چیلنج کیا۔ نور العارفین سینئر جج سندھ ہائیکورٹ کے علم میں جب یہ بات لائی گئی کہ اس مظلوم کے تن پر کپڑے نہیں ہیں اور بھوکا حیدر آباد سنٹرل جیل سے کراچی لایا گیا ہے تو انہوں نے فوری طور پر دو جوڑے گرم کپڑوں کے اور دو عدد گرم کمبلوں اور رات کے لیے بستر کا حکم دیا۔ اگلی پیشی ۲۰ دسمبر ۷۴ء کو عدالت عالیہ کے احکامات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اسے قیدیوں کے کپڑوں میں کورٹ لایا گیا۔ جب عمر حیات نیازی کے کپڑوں پر اعتراض کیا گیا تو اگلی پیشی پر بھٹو شاہی نے کپڑے بدلنے کی زحمت تو نہیں اٹھائی البتہ اس سینئر جج کو جس نے کپڑوں اور کمبل بستر کے لیے خصوصی احکامات جاری کیے تھے، مستقل رخصت دے دی۔

۱۰ مئی کو اس جفاکش کو مارنے کے لیے حیدر آباد جیل لے گئے مگر وہاں کے جیل حکام نے اسے وہاں رکھنے سے انکار کر دیا۔ یہ تمام احکامات ہوم سیکرٹری سندھ کی جانب سے جاری ہوئے تھے۔ بعد ازاں اسے واپس کراچی لایا گیا مگر وہاں کے جیل کے اہل کاروں نے بھی رکھنے سے انکار کر دیا۔ بالآخر میرپور ساکرو لایا گیا۔

۲۸ مئی ۷۴ء کو جیل سے نکال کر کراچی لے آئے یہ ان دنوں کی بات ہے جب کراچی میں حکومت وقت سرمایہ داروں کے ایماء پر بے تحاشا قتل عام کر رہی تھی، چہار اطراف گولی، لاٹھی چل رہی تھی اور اندھا دھند گرفتاریاں ہو رہی تھیں۔

۱۳ نومبر ۷۴ء کو جیل کے سپرنٹنڈنٹ نے حکومت

سرمایہ داروں نے مزدوروں کو کُچلنے کے لیے:

بھٹو حکومت کو بائیس (۲۲) لاکھ روپے کا چندہ دیا!

کے ایماء پر حیات نیازی کو جیل میں بعینہ طور سے ہلاک کرنے کے لیے دو خطرناک غنڈوں کی خدمات حاصل کیں اور نیازی کو قتل کرانے کا منصوبہ بنایا۔ اس منصوبے کے تحت مذکورہ غنڈوں کو اسلحہ دے کر جیل میں داخل کیا گیا۔ لیکن وہ اپنے مقصد میں اس لیے کامیاب نہ ہو سکے کہ جیل کے باقی قیدیوں نے غنڈوں کی نیت بھانپ لی اور انہیں بر وقت قابو کر لیا۔ اگر جیل حکام ان غنڈوں کی مدد کو نہ آتے تو قیدی انہیں زندہ نہ چھوڑتے

دوسری مرتبہ اسے کراچی میں ہلاک کرنے کی سازش کی۔ حیات نیازی بیمار تھا۔ اسے زہر کا انجکشن لگایا گیا مگر ایک حوالاتی کے بر وقت بتانے پر وہ بچ گیا۔

ادھر جیل میں یہ ہو رہا تھا اور ادھر کراچی کے

لیکن جب یہی بھٹو کے محسن معراج محمد خان، مسٹر بھٹو کی مزدور کش پالیسیوں سے اختلاف کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں:

"بھٹو اپنے وعدوں کو مت بھولو۔ عوام کے نام پر خریدی ہوئی گولیاں اور لاٹھیاں قوم ہی کے بزرگوں اور نوجوانوں کے ہاتھوں میں دے کر محنت کشوں کی چھاتیوں اور سروں پر نہیں برساؤ۔ مزدوروں کے خون سے شہید چوک اور گھارو دھابیجی کے مقبروں اور لانڈھی کے پہاڑوں کو سرخ نہیں کرو اور انسانوں کو انسانوں کا شکار کرنے کے لائسنس جاری نہیں کرو۔"

تو یہی معراج محمد خان!

جیل کے قیدی میں بدل جاتا ہے اور دو آنکھوں والا معراج محمد خان تشدد اور بربریت کی وجہ سے

جاتا تو قیدی کے بجائے صوبہ سندھ کا گورنر اور بیگم معراج کسی اعلیٰ عہدے پر فائز ہو جاتیں۔

عمر حیات نیازی نے مورخہ ۷۲-۵-۹ کو اس وقت حاجی قاسم عباس پٹیل وزیر صنعت، بشیر احمد شاہ وزیر خوراک، ستار گبول وزیر محنت، محمد خان سومرو وزیر منصوبہ بندی، عبدالحمید خان بھٹی ایم۔ پی۔ اے، ڈی۔ سی علی محمد شفیع، ایس۔ پی گل محمد سومرو سے کہا کہ اگر میں آپ کے ساتھ مزدور دشمن اور ملک دشمن اصولوں پر مبنی سمجھوتہ کر لوں تو پھر میں فرشتہ ہوں اگر نہیں کروں، تو بقول آپ کے مجرم ہوں۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ میں اپنا ضمیر نہ بیچ کر کوئی جرم کر رہا ہوں تو کھلی عدالت میں میرے خلاف مقدمہ چلا کر سزا کیوں نہیں دیتے؟

حیات نیازی نے سپریم کورٹ کے چیف جسٹس

بھٹو حکومت نے صنعتی امن قائم کرنے کیلیے
چند سو افراد کو قتل کرنے کا حکم دیا!

صنعتی علاقے گولیوں سے گونج رہے تھے اور ہزاروں مزدور زخم کھا کر گرتے تھے پھر اٹھتے تھے اور پھر گرتے تھے۔ یوں ظلم و بربریت کا یہ سلسلہ حکومتِ وقت نے مزدور تحریک کو دبانے کے لیے روا رکھا۔

پیپلز پارٹی کے بانی رکن اور بھٹو حکومت کے معتوب ادیب معراج محمد خان کے الفاظ میں:

"گھارو دھابیجی کے در و دیوار، ٹھٹھہ کی فضائیں اور لانڈھی کے بھرکھرے پہاڑ مزدوروں کے خون سے سرخ ہو رہے ہیں۔"

جی ہاں معراج محمد خان!

جس نے مسٹر بھٹو کو عوام کے مظلوم اور غیرت مند طبقوں کے بزرگوں اور خصوصاً نوجوانوں سے متعارف کرایا تھا۔ ایک دن مسٹر بھٹو، معراج محمد خان کو روڈ پر دیکھ کر اچانک گاڑی رکوا کر کہتے ہیں:

"میں آپ کے لیے صرف اور صرف بھٹو ہوں۔ میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے اس مقام پر پہنچایا ہے۔ آپ میری پارٹی کا سرمایہ ہیں۔"

ڈیڑھ آنکھ کا معراج محمد خان رہ جاتا ہے۔ جیل کی چار دیواری کے اندر قانونی ضابطے پورے کیے بغیر کئی سال کی قید بامشقت دلوا دی جاتی ہے۔۔۔۔ اور بیگم زبیدہ معراج محمد خان جس کو مسٹر بھٹو اپنی بیٹی کہا کرتا تھا اور اعلیٰ سے اعلیٰ عہدے کی پیشکش کرتا تھا اور جب وہ اپنے شوہر معراج محمد خان کی ملاقات کو جیل جاتی ہے تو جیلوں کے پھاٹک پر اسے دھکے دیئے جاتے ہیں، اغوا اور غائب کروانے کی شکست خوردہ اور احسان فراموش دھمکیاں دی جاتی ہیں۔

۲ اگست ۱۹۷۵ء کو عمر حیات نیازی اور معراج محمد خان دونوں ایک ہی جیل، سنٹرل جیل کراچی میں تھے اگست کے آخری ہفتے میں مسٹر بھٹو نے اپنے اہلکاروں کے ذریعے معراج محمد خان سے جیل میں رابطہ قائم کیا اور معراج محمد خان کو غیر آئینی، غیر اخلاقی اور مزدور دشمن اصولوں پر مبنی سمجھوتے پر راضی کرنے میں ناکام ہو گئے۔ اگر معراج محمد خان مزدوروں سے غداری، ضمیر فروشی، خود غرضی، مزدور دشمنی اور موقع شناسی پر رضامند ہو

کے نام خط میں ایک جگہ لکھا ہے کہ:

"فیلڈ مارشل محمد ایوب خان مرحوم نے اپنی ساری زندگی میں اتنا تیتروں اور مرغابیوں کا شکار نہیں کیا جتنا محنت کشوں کے کندھوں پر برسرِ اقتدار آنے والی بھٹو حکومت نے 'نہ بکنے والے'، 'نہ جھکنے والے' بہادر غیرت مند انسانوں کا کیا ہے۔ جن غیرت مندوں کا موجودہ حکومت نے اپنے دل کو بہلانے اور اپنی من مانیاں کرنے کے لیے شکار کیا ہے اگر ان کے ایک ایک قطرہ خون کو اکٹھا کریں تو سرخ لہو کا ایک دریا بن جائے گا۔ اور اس لال سرخ لہو کے دریا میں پاکستان کے لیڈر سے تو کیا بلکہ دنیا بھر کے سرخ اور سفید سامراجی استحصالی اور مفت خورے ڈوب جائیں گے۔"

حیات محمد خان نیازی نے ۱۰ مئی ۷۴ء کو صوبیدار شیر کو، ۲۶ نومبر ۷۳ء، ۱۱ جولائی ۷۴ء، ۲۷ ستمبر ۷۴ء اور ۱۵ نومبر ۷۴ء، ۵ دسمبر ۷۴ء، ۳ فروری ۷۵ء کو ایس۔ ڈی۔ ایم ٹھٹھہ صالح محمد کو، ۳ جنوری ۷۴ء، ۳ دسمبر ۷۴ء، ۱۰ فروری ۷۵ء کو ڈی سی ٹھٹھہ کو،

۲۸ فروری ۷۳ء اور ۱۵ مارچ ۷۴ء کو سنٹرل جیل حیدر آباد کے جیلر عبدالغنی قریشی کو، ۲۳ اکتوبر ۷۴ء کو عبدالغنی قریشی کو ۱۹ نومبر ۷۴ء، ۸ فروری ۷۵ء اور ۲۸ نومبر ۷۴ء کو ہائی کورٹ کراچی کے جسٹس عبدالحلیم خان اور ڈاکٹر اللہ لودھی کو ۱۹ دسمبر ۷۴ء کو ہائی کورٹ کے جج نور العارفین حال ممبر قومی اسمبلی اور جسٹس عبدالحلیم کو اور ۱۳ جنوری ۱۹۷۵ء کو سنٹرل جیل کراچی کے قائم جیلر کو، ۳ فروری ۷۵ء کو جسٹس دراب پٹیل کو، ۱۰، ۸ فروری کو اے ڈی ایم ٹھٹھہ کو کہا کہ جرم سے انکار اس کا جرم ہے اور اگر آپ سمجھتے ہیں کہ وہ مجرم ہے تو اس کے خلاف مقدمہ چلایا جائے اور اگر جرم ثابت ہوجائے تو اس کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے کوہ نور ملز اور داؤد ملز کے گیٹوں میں لٹکا دیئے جائیں۔

ایک مرتبہ ۶ جون ۶۹ء کو حاجی محمد یوسف اور کزئی ڈی۔ آئی۔ جی کراچی (بعد میں آئی جی صوبہ سرحد مقرر ہوئے) نے چند پولیس افسران کے سامنے حیات نیازی سے کہا کہ آپ ہمیں لاتعداد مقدمات ____ میں مطلوب ہیں۔ اگر آپ یہاں سے چلے جائیں، یا آپ مزدوروں کا ساتھ دینا چھوڑ دیں تو ہم آپ کو گرفتار نہیں کریں گے بلکہ آپ کو اتنی بڑی رقم دلوائیں گے کہ آپ آئندہ تمام زندگی عیش و عشرت سے گذاریں گے۔ بصورت دیگر ہمارے پاس اتنے ثبوت موجود ہیں کہ ہم آپ کو وادی سون کے محمد خان جیسے ڈاکوؤں کا سردار ثابت کرسکتے ہیں۔

اس وقت حیات نیازی نے ڈی آئی جی کراچی کو تحریری لکھ کر دیا کہ اگر واقعی میں وادی سون کے ڈاکو محمد خان جیسے ڈاکوؤں کا سردار ہوں اور حکومت کو لاتعداد مقدمات میں مطلوب ہوں تو اپنے آپ کو آپ کے حوالے کرتا ہوں، میرے خلاف تحقیقات کریں۔ اور جرم ثابت ہونے پر سزا دلوائیں۔

حیات نیازی نے ڈی آئی جی کراچی کو یہ بھی بتایا کہ وہ کوہ نور ملز لائل پور (فیصل آباد) اور داؤد ملز لانڈھی کا مزدور رہ چکا ہے۔ داؤد برادران اور سہگلوں نے اپنی ملز میں اس کا داخلہ صرف اور صرف اس لیے بند کر رکھا ہے کہ وہ سہگلوں اور داؤدوں کی منشا کے مطابق ان کی لوٹنے والی مشینری کا پرزہ بننے کی بجائے بھوکا پیاسا چیتھڑوں میں ملبوس فٹ پاتھوں پر بغیر دوائی کھائے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرجائے اور بے یار و مددگار جلاوطنی کی زندگی بسر کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔۔۔۔

عمر حیات نیازی نے ڈی آئی جی کو بتایا کہ اس نے کیاڑی کے بوریاں اٹھانے والے مزدوروں کے ساتھ کام کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی کمر بوریاں اٹھانے کے باعث کسی مفت خورے یا کسی استحصالی کی کمر نہیں۔

عمر حیات نیازی کو رٹ پٹیشن نمبر ۱۳۳۶ آف ۷۴ء کی نقول آج تک فراہم نہیں کی گئیں جس کے حصول کے لیے اس نے متعدد مرتبہ صوبہ بدری کی حالت میں ناتواں کوششیں کیں۔ مگر آمروں نے ڈکٹیٹرشپ کے نشے میں اسے ان نقول سے محروم رکھا۔

عمر حیات نیازی نے چیف جسٹس پاکستان کے نام خط میں ایک جگہ لکھا ہے:۔

'جبکہ سابقہ حکومتوں اور موجودہ (بھٹو) حکومت نے مجھے اس نوبت تک پہنچایا ہے کہ آج میں قاعدہ قانون کے مطابق الگ الگ درخواستیں دے کر نقول حاصل نہیں کرسکتا، اور آج مجھے انصاف کے حصول کے لیے آپ کے دروازے پر دستک دینے کے لیے اس خط کا سہارا لینا پڑ رہا ہے۔

مزدور کسان راج کے گیت گانے والی حکومت اپنے غیر آئینی، غیر قانونی، غیر اخلاقی اور غیر انسانی ہتھکنڈوں کی روح کو تڑپانے والی دھاندلیوں اور ہتھکنڈوں کو چھپانے کی خاطر فیس کا بہانہ بنا کر مجھے نقول دینے سے صریحاً انکار کر رہی ہے، تاکہ میں ان کے خلاف عوامی عدالت میں دستاویزی ثبوت پیش نہ کرسکوں۔ میرے اور میرے ساتھیوں کے خلاف موجودہ (بھٹو) حکومت اور سابقہ حکومتوں اور سرمایہ داروں کے ناپاک مکروہ بیمانہ سازشوں، دھاندلیوں اور غیر شعوری ہتھکنڈوں کو بے نقاب کرکے ان کو قاعدہ قانون کے مطابق اپنے کیے کی سزا نہ دلوا سکوں۔

جب میں نے سنٹرل جیل حیدر آباد سے اپنی حبس بے جا کی رٹ پٹیشن نمبر ۱۳۳۶ آف ۱۹۷۴ء سندھ بلوچستان ہائیکورٹ کراچی میں دائر کی تو حکومت سندھ عدالت عالیہ میں جواب دعویٰ داخل کرنے کی جرأت نہ کرسکی۔"

آگے چل کر عمر حیات نیازی چیف جسٹس کے نام خط میں لکھتا ہے کہ:۔

"مجھے یقین ہے کہ آپ مذکورہ بالا دستاویزات دیکھ کر انصاف کے تقاضوں کا دنیا میں ایک نیا معیار قائم کریں گے اور ہم ملک توڑنے والوں اور انہیں توپوں کی سلامی دینے والوں، انسانوں کا شکار کھیلنے والوں کو، بھائی کو بھائی سے لڑانے والوں کو، ایک صوبہ کو دوسرے صوبہ کے خلاف ____ بھڑکانے والوں کو اور ہزاروں بلکہ لاکھوں ان روحوں کو جنکے بدنوں نے اپنی زندگی قربان کرکے ملک حاصل کیا تھا ان کو تڑپانے والے مجرموں کو آئینی چوراہے میں کھڑا کرکے ان کے غیر آئینی، غیر قانونی، غیر اخلاقی، غیر انسانی اور غیر فطری کارروائیوں کے خلاف آئینی جمہوری قانونی اخلاقی جدوجہد کو کے

بلوچستان کے امام مسجد کو
مزدور کو پناہ دینے کے جُرم میں
ملازمت سے علیحدہ کر دیا!

بھٹو کے دورِ حکومت میں
دو ہزار مزدور پولیس تشدد سے ہلاک ہوئے!

ان مجرموں کو عدالت سے اپنے کیئوں کی سزا دلواسکوں"۔

مزدوروں کی حمایت کرنے کے جرم میں ان لوگوں کو بھی اذیتیں دی گئیں اور شرمناک جھوٹے مقدمے بنوائے جن کا اس مزدور تحریک سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔ ان میں نیازی آباد کا ایک باریش درویش ۷۰ سالہ چمن شاہ شامل ہے جس نے صنعتی بے چینی اور ہڑتال کے دور میں ہڑتالی مزدوروں کو اپنے گھر میں پناہ دی۔ پولیس نے نہ صرف سائیں چمن شاہ کو سرِعام مردار کتوں کی طرح گھسیٹا بلکہ اسے کسی مقدمے کے بغیر غیر قانونی طور پر ۱۴ ماہ تک جوڈیشنل حوالات میں بند کر رکھا۔ انتظامیہ نے سندھ کے بعض مزدور راہنماؤں کو گرفتار کرنے کے بعد خضدار بلوچستان کے قلعے میں بند کر دیا۔ اس عقوبت خانے کے متعدد اسیر ظلم و تشدد کی تاب نہ لاکر شہید ہو گئے اور جو باقی بچے وہ آنکھوں اور ہاتھ پیروں سے معذور ہو گئے۔ ان معذور اسیروں کو جب رہائی ملی تو جامع مسجد ہیب چوکی کے امام مسجد جناب مولانا عبدالواحد صابری نے انہیں اپنے ہاں مہمان ٹھہرا لیا۔ حکومتِ وقت کو خبر ہوئی تو صابری صاحب کو نہ صرف امامت سے الگ کر دیا گیا بلکہ ان پر جھوٹے مقدمات بھی قائم کر دیئے گئے۔

جمال عرف شہزاد ایرانی کراچی کی ایک مل میں مزدور تھا۔ اس نے جبر و استبداد کے خلاف آواز اٹھائی تو اسے خطرناک غنڈہ قرار دے کر غنڈہ ایکٹ کے تحت جیل بھجوا دیا گیا۔ حیدرآباد کے ایک مزدور لیڈر جہانگیر کو خوفزدہ کرنے کے لیے اس کے خلاف زیرِ دفعہ ۳۰۲، ۳۰۷ کے تحت مقدمہ قائم کر دیا گیا۔ تار سالٹ اور ہرجینہ سالٹ کے ملازمین جو سینکڑوں کی تعداد میں تھے۔ ۱۰ مئی کی رات کو گرفتار ہوئے ان میں سے متعدد ابھی تک لاپتہ ہیں اور ان کے بیوی بچے اور والدین انہیں مردہ سمجھ چکے ہیں۔

مزدوروں کا خون

عمر حیات خان نیازی مزدور لیڈر ہونے کے ناطے سے یہ دعویٰ کرتا ہے اور عوامی حکومت کے عہد میں مزدوروں کے قتلِ عام کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے کہ ایوب خان مرحوم نے اپنے دس سالہ عہد میں اتنے تیتر اور مرغابیوں کا شکار نہیں کیا ہوگا، جتنے محنت کش مزدوروں اور کسانوں کی قوت پر برسرِاقتدار آنے والی حکومت کے عہد میں مارے گئے۔ اس لیے اپنے خط کے آخر میں لکھا ہے کہ سابق حکومتوں کے عہد میں مزدوروں کا اتنا خون بہایا گیا ہے کہ اگر قطرہ قطرہ چنا جائے تو وہ دریا بن جائے۔

اس نے اپنے جرائم گنواتے ہوئے کہا اس کا جرم یہ ہے کہ وہ شریکِ جرم نہیں بنتا۔ اور اسی لیے غنڈہ، باغی، قاتل، شرپسند، قانون شکن اور غدار کہلایا۔

عمر حیات خان نیازی نے سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے نام اپنے خط کے ہمراہ ایک فہرست بھی روانہ کی ہے۔ اس فہرست سے اندازہ ہوتا ہے کہ گزشتہ سات سال کے عرصہ میں پنجاب، سندھ، بلوچستان اور سرحد کی صنعتوں سے وابستہ قریباً ۲ ہزار مزدور یا تو گولیوں کا نشانہ بن گئے اور یا انہیں اذیتیں دے دے کر ہلاک کر دیا گیا۔ یا پانچ ہزار محنت کش افراد کو اغوا کر کے جنگلوں اور پہاڑوں اور ویرانوں میں چھوڑ دیا گیا۔ ان میں سے بیشتر بھوک اور پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ قریباً ایک ہزار کارکنوں کو جبری طور پر ملازمتوں سے الگ کر دیا گیا۔ ان کے خاندان فاقوں میں مبتلا ہو کر اخلاقی مسائل اور جسمانی عوارض کا شکار ہو گئے۔ اور آج ان خاندانوں کے بچوں کا مستقبل تاریک ہو چکا ہے"۔

عمر حیات نیازی جب گیارہ سال کا تھا تو سکول کے زمانے سے ہی سکندر مرزا کی حکومت کے خلاف تقریر کرنے کے جرم میں سنٹرل جیل میانوالی بھیج دیا گیا اور پھر بعد میں ضلع بدر کر دیا گیا۔ بعد ازاں عمر حیات نے نوعمری ہی میں پنجاب کی مختلف ملوں میں کام کرنا شروع کر دیا۔ جن میں کوہِ نور ٹیکسٹائل ملز لائیلپور (فیصل آباد) کریسنٹ ٹیکسٹائل ملز، رحمانیہ ٹیکسٹائل ملز، کوآپریٹو ٹیکسٹائل ملز خانیوال، عباسیہ ملز رحیم یار خان شامل ہیں۔ مزدوروں میں کام کرنے کے جرم میں ہر ملز اور فیکٹری کا گیٹ عمر حیات نیازی کے لیے بند کر دیا گیا۔ اور آخر کار ۱۹۶۱ء میں پنجاب بدر کر کے زبردستی کراچی پہنچا دیا گیا۔

کراچی میں ملوں میں مزدوروں کے حق میں کام کیا، ان کے حقوق کے حصول کے لیے جدوجہد کی تو اس جرم میں اسے کراچی آؤٹ کر دیا گیا۔ وہ دھابیجی کے جنگل میں چلا گیا۔ اور وہاں اس نے اپنا اڈا بنا لیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے وہاں ملیں بننا شروع ہو گئیں جن میں النور، کورٹی، مدینہ، احمد، انور اور مصطفےٰ ٹیکسٹائل ملز کے علاوہ انڈس جیوٹ ملز، بخش ٹیکسٹائل ملز، گھارا ٹیکسٹائل ملز، اروگی کیمیکل سوڈی گیس فیکٹری، ایرایم ریڈیو فیکٹری، حاجی ستار سالٹ، ہرجینا سالٹ اور قریشی سالٹ وغیرہ شامل ہیں۔ اور وہاں بھی ٹریڈ یونین سرگرمیاں شروع ہو گئیں۔

اس دوران مل مالکان ایس۔ ایم مولا بخش، ایس۔ ایم مقبول، ایس۔ ایم افضل، ایس۔ ایم یوسف، ایس۔ ایم باوانی۔ فاروق۔ ڈی۔ سی عاشق حسین صدیقی اور شبیر احمد شاہ ایم پی اے نے مل جل کر نیازی کے ساتھی ولایت حسین کو قتل کر دیا اور قاتلوں کو پکڑنے کے بجائے حکومتِ وقت

پاکستان میں حکمرانوں کے احتساب کا عمل

پاکستان کی تیس سالہ تاریخ میں یہ واقعہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے، بلاشبہ انفرادی اہمیت کا حامل ہے۔ کہ پاکستان کی مارشل لاء انتظامیہ نے، سابقہ حکومت کی بدعنوانیوں اور دھونس دھاندلیوں کے محاسبے و مواخذے کے عمل کو جاری کرنے کا اعلان کیا ہے۔ اور اس پر کسی حد تک عمل درآمد بھی شروع ہو چکا ہے۔

اس موقع پر اندرون اور بیرون پاکستان کی طرف سے ملے جلے خیالات اور تاثرات کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ ایک جماعت اس مواخذے اور محاسبے کے عمل کی زور و شور سے تائید کر رہی ہے جب کہ دوسرا فریق اس کے احتساب کو جانبداری قرار دیتے ہوئے اس کے خلاف آواز بلند کر رہا ہے

ایسے حالات میں سچے اور مخلص پاکستانی — قائد اعظم کے تخلیق کردہ مسلم اسٹیٹ اور علامہ اقبال کے تصورات سے جنم لینے والے ملک کے باسی، پاکستانی — کیا طرز عمل اختیار کریں؟ یہ ایک ایسا سوال ہے، جو آج ہر چہرے پر پڑھا جا سکتا ہے —

اس سوال کے جواب کے لیئے کیوں نہ ہم اپنے اسی ابدی اور ازلی سرمایۂ فکر — قرآن و حدیث کی طرف رجوع کریں۔ جن کی بدولت، ہمارا مسلم تشخص اور ہماری امتیازی حیثیت نمایاں ہو سکی ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں، دو اساسی نظریات فکر، جن کی بنیاد پر ہمارا یہ ملک معرض وجود میں آسکا ہے۔ ہمارے ازلی اور ابدی سرمایہ فکر قرآن و حدیث کے مطابق، حکومت ایک بار امانت ہے اور امین — صاحب امانت — اپنی امانت کے بارے میں، ہر جگہ ہر وقت اور ہر متعلقہ فرد کے سامنے جوابدہ ہے — قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

”بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حقداروں کو پہنچا دو، اور جب تم فیصلہ کرنے لگو تو عدل اور انصاف کے ساتھ کرو (النساء — ۵۸)

اسلام کی روحانی اور الہیاتی تعلیمات کے مطابق اور اس کے تمام اختیارات، اور تمام اموال و املاک خدا اور اس کے بندوں کی مقدس امانت ہیں اور امانتوں کے اس انبار میں کسی بھی فرد کو خواہ وہ کتنے ہی بڑے درجے اور رتبے کا مالک کیوں نہ ہو، کسی قسم کی بدعنوانی، من مانی کرنے کا اختیار حاصل نہیں۔

ذمہ داری اور پاس امانت کے اس نظریہ کو داعیٔ اسلام نے اس طرح ایک حدیث کے ذریعے بیان فرمایا۔

”خبردار رہو، تم میں سے، ہر فرد راعی — حاکم — ہے۔ اور ہر ایک اپنی رعیت محکوم افراد — کے بارے میں جوابدہ ہے — مسلمانوں کا سب سے بڑا امیر اپنی پوری رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے“

(بخاری کتاب الاحکام)

شریعت کی سرمدی تعلیمات کے مطابق حکمرانوں اور صاحب اقتدار لوگوں کے احتساب کا عمل نہ صرف یہ کہ دنیا میں جاری رہنا چاہیئے، بلکہ مرنے کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری اور ساری رہیگا۔ ارشاد نبوی ہے۔

”کوئی حکمران جو مسلمانوں میں سے کسی رعیت کے معاملات کا سربراہ ہو۔ اگر اس حالت میں مرے کہ وہ ان کے ساتھ دھوکا اور خیانت کرنے والا تھا۔ تو اللہ اس پر جنت حرام کر دے گا۔ (بخاری کتاب الاحکام)

ایک اور فرمان اقدس ملاحظہ ہو۔

”کوئی حاکم جو مسلمانوں کی حکومت کا کوئی منصب سنبھالے پھر اس کی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لیے جان نہ لڑائے اور خلوص سے کام نہ کرے تو وہ مسلمانوں کے ساتھ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

(مسلم کتاب الامارۃ)

حکومت کی یہی گوناگوں ذمہ داریاں، اور بار ہائے امانت تھیں، کہ جن کی بنا پر آپ ﷺ نے اپنے پیارے صحابی حضرت ابوذرؓ کو ان لفظوں میں وصیت فرمائی۔

”اے ابوذر! تم کمزور آدمی ہو۔ اور حکومت کا منصب ایک امانت ہے اور قیامت کے روز وہ رسوائی اور ندامت کا موجب ہوگا۔ سوائے اس شخص کے، جو اس کے حق کا پورا پورا لحاظ کرے اور اپنے اوپر عائد ہونے والی ذمہ داریوں کو ٹھیک ٹھیک ادا کرے“

ان ارشادات و فرامین سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ کہ حکومت میں آنے والا ہر فرد ذمہ داری اور جوابدہی کے منصب عظمیٰ پر فائز ہوتا ہے۔ اور اس کا ہر عمل اور ہر فعل ایک ایسا معیار ہوتا ہے، جس پر اس کے مستقبل کا دارومدار ہے۔

یہی وجہ ہے۔ کہ خلفاء راشدین کے دور میں ادنیٰ سے ادنیٰ افراد بھی، خلفاء کے سامنے ان کے طرز عمل پر تنقید کر سکتے تھے۔ اور خلفاء کو اس کا جواب دینا پڑتا تھا، اگر حضرت عمرؓ فاروق کو دو چادریں پہننے پر ایک ادنیٰ صحابی برسر مجلس ٹوک سکتا ہے۔ اگر حضرت علیؓ ایک یہودی کے ساتھ قاضی ابو شریح کی عدالت میں کھڑے ہو کر اپنے خلاف مقدمہ خاموشی سے سن سکتے ہیں اور حضرت عمر فاروق بڑے بڑے صحابہ کو معمولی معمولی باتوں پر کڑی سزائیں دے سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ آج ہم ایک بدعنوان اور مفسد حکومت

کے خلاف احتساب کے عمل کو غلط قرار دیں۔

اسلام کی تو تعلیم ہی یہ ہے کہ ہر مسلم فرد کو ہمیشہ برائی کے خلاف شمشیر برہنہ رہنا چاہیئے۔ خواہ یہ برائی عوام کی طرف سے ہو۔ حکمرانوں کی طرف سے۔ آپؐ کا ارشاد ہے "وہ بہترین جہاد سلطان جابر کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے"

اس لیے کم از کم کسی مسلمان کے متعلق تو یہ تصور نہیں کیا جا سکتا۔ کہ وہ برائی کو دیکھے اور اس کے خلاف کسی سے اکھاڑ پھینکنے کا داعی ہے۔

دورِ جدید میں احتساب کا عمل

اس طرزِ عمل کے گوناگوں فوائد ہی کی بنا پر جدید دنیا میں حکمرانوں کے خلاف احتساب کے عمل کو اصولی اور نظریاتی طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ "آزاد عدلیہ" کے نظریہ کے پس منظر میں بھی جذبہ کارفرما ہے، عدلیہ کو آزاد رکھنے کا فائدہ بھی یہ ہے "تاکہ وہ انتظامیہ کے تسلط اور اقتدار سے آزاد رہ کر فیصلہ کرنے کی مجاز ہو۔ خواہ یہ فیصلہ عوام کے درمیان ہو۔ یا حکومت اور عوام کے مابین۔

اور واقعہ یہ ہے کہ صحیح اور مخلص حکومت کا تصور اس وقت تک ناقص ہے، جب تک احتساب کے سلسلہ کو جاری نہ کیا جائے۔ عوام اپنے ووٹ کے ذریعے اگر ایک فرد کو حکومت کی گدی پر بٹھاتے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ تو قطعاً نہیں۔ کہ اس کو مافوق الفطرۃ تسلیم کر لیا گیا ہے اور اس پر تنقید نہیں کی جا سکتی۔ عوام نے اس فرد کو حکومت کی ذمہ داریاں دیانت داری کے ساتھ نبھانے کے لیئے منتخب کیا ہے۔ اگر وہ اپنی ذمہ داری پوری ادا کرنے میں کوتاہی برتتا ہے یا غفلت و لاپرواہی کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کو اقتدار بخشنے والے عوام کی یہ ذمہ داری ہے۔ کہ وہ اس سے اس کی ذمہ داریوں کی مناسب اور صحیح ادائیگی کے متعلق اسی بازپرس کر سکیں!

اس طرزِ عمل سے جہاں ایک طرف حکمرانوں میں اخلاص اور دیانتداری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے تو دوسری طرف عوام میں بھی سیاسی شعور اور صحیح اہلیت اجاگر ہوتا ہے۔ اگر ایک ملک کا حکمران غلط آدمی ہو۔ تو اس کے نتیجے میں اس ملک کے بہت سے افراد اپنے حاکم کی تقلید میں غلط پالیسی اختیار کر سکتے ہیں۔ اس کے برخلاف حکمران کے درست ہونے کی صورت میں بہت سے لوگ درست ہو سکتے ہیں۔

اس لیے آج زندہ اور باشعور قوموں کا وطیرہ اور شیوہ یہی ہے کہ وہ اپنے حکمرانوں کو احتساب سے بالاتر خیال نہیں کرتے، بلکہ ضرورت پڑنے پر اس کے خلاف شدید کارروائی کا مطالبہ کرتے ہیں۔

اس سلسلے کی ایک مثال تو ہمارے سامنے صدر نکسن کی بسلسہ واٹر گیٹ سیکنڈل معزولی ہے۔ اتنی بڑی جمہوریہ کے باقاعدہ منتخب شدہ صدر کو محض مخالفین کے راز چرانے پر معزول کر دیا گیا۔ اور اس کی حمایت میں ملک کے کسی حصے میں کوئی ہنگامہ نہیں ہوا۔ کوئی جلوس نہیں نکلا۔ بلکہ اس کے برعکس پورے جمہوریہ میں اس پر اطمینان کا اظہار کیا گیا۔

احتساب پاکستان کی تاریخ میں

مگر اسے ہماری بدقسمتی کہیئے۔ کہ ہمارے ملک میں اب تک اس کو جاری نہ کیا جا سکا ہوا یہ کہ ہر آنے والی حکومت نے اپنے سے پیشتر کی حکومت کو مکمل تحفظ فراہم کیا۔ ایوب خان نے سکندر مرزا کو اقتدار سے الگ تو کر دیا۔ مگر اس کے خلاف کوئی عدالتی چارہ جوئی نہیں کی یحییٰ خان نے ایوب خان اور اس کے حواریوں کو عوام کے غیض و غضب سے محفوظ رکھا۔ اور ذوالفقار علی بھٹو نے یحییٰ خان کے تاریک چہرے کو حفاظت کی چادر فراہم کی ضیاء انتظامیہ بھی اسی اصول پر عمل کرتی۔ تو پاکستان کی تاریخ میں ایک سیاہ باب کا اور اضافہ ہو جاتا۔

ہمارے لیے یہ بڑی خوشی کا مقام ہے۔ کہ ہمارے ملک میں اس اصول کو تسلیم کر کے اس پر عمل درآمد شروع ہو گیا ہے۔ ہم یہ بھی امید کرتے ہیں۔ کہ آئندہ بھی یہ سلسلہ اسی شد و مد کے ساتھ جاری رہے گا۔

"تاکہ مستقبل میں کسی بھی سیاستدان کو یہ غلط فہمی نہ ہونے پائے۔ کہ یہ ملک اور اس کے افراد اس کی ملکیتی جاگیر ہیں۔ اور وہ جو چاہے کرے۔ اس سے کوئی پوچھنے والا ہی نہیں۔ بہر حال مخلص اور محب وطن پاکستانی اس طرزِ عمل پر خوش تو ہیں۔ مگر اسے مستقل طور سے جاری کرنے اور باقی رکھنے کے آرزومند بھی!

نے نیازی اور اس کے ساتھیوں کو قتل کے جرم میں گرفتار کر لیا۔ ہائیکورٹ میں جرم ثابت نہ ہو سکا تو ہائی کورٹ نے رہا کر دیا۔

نیازی کے گرفتار ہونے کے بعد سندھ میں جو ہنگامے ہوئے اور ان پر پولیس نے جو تشدد کیا ان کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ غرض کہ نیازی نے اپنی تمام عمر مزدوروں اور محنت کشوں کے حقوق کی جد و جہد میں گذاری۔

عمر حیات نیازی اور دوسرے مزدوروں کی حمایت کرنے والوں کی اس سرگذشت اور حکومت کے رویہ کو پڑھنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ مل اور فیکٹری میں کام کرنے والا ہر شخص نیازی ہے۔ اور ہر مل مالک بھٹو ہے جو مزدور کو اس کا حق نہیں دیتا۔ اور مزدور کو اپنی آنکھ کا تارا کہنے کے باوجود ان پر ان کے ہی خون پسینے کی کمائی سے خریدی جانے والی گولی چلاتا ہے۔

یہ سرگزشت ان مظالم کی منہ بولتی تصویر ہے جو بھٹو حکومت نے مزدوروں پر روا رکھے۔

حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے قلم سے تحریر کردہ آخری اداریہ

بصائر و عبر

حق تعالیٰ کا شکر ہے کہ سیاسی بحران نے جو مایوس کن صورت اختیار کر لی تھی وہ ختم ہو گئی اور اس کی امید ہو گئی کہ اگر ہماری قوم کو من حیث القوم معافی مل گئی تو کسی درجہ میں صحیح نمایندہ حکومت برسر اقتدار آ جائیگی اور لوگوں کو حکومت الٰہیہ کے سایۂ رحمت میں سکون کا سانس نصیب ہو جائے گا۔ موجودہ مارشل لاء کی حکومت سے جہاں قوم کو ظالموں کے پنجہ سے نجات ملی اور سکون نصیب ہوا وہاں حکومت اسلامی کے لیے راستہ بھی ہموار ہو گیا، اسلامی نظریاتی کونسل کی جدید تشکیل سے بھی بہت کچھ توقعات وابستہ ہو گئیں۔ اور حسب ذیل بنیادی تبدیلیاں کی گئیں :

الف : یہ ادارہ مستقل آزاد ادارہ ہو گا، کسی وزارت کے ماتحت نہیں ہو گا، جیسا کہ اب تک وزارت قانون کے ماتحت چلا آتا تھا۔

ب : اس کی حیثیت محض مشیر کی نہیں ہو گی، بلکہ اس کی سفارشات حتمی ہوں گی اور ان کا نفاذ حکومت کے ذمہ ہو گا۔ انہیں رد کرنے کا حق نہیں ہو گا اور نہ وہ اکثریت و اقلیت کی رائے شماری کے چکر میں آئیں گی۔

ج : ادارہ تحقیقات اسلامی اس کے ساتھ ملحق ہو گا اور اس کا ایک جزء ہو گا۔ علمی تحقیقات کے لیے اس کے تینوں مجلّے اسلامک اسٹڈیز (انگریزی) الدراسات الاسلامیہ (عربی) اور فکر و نظر (اردو) اس کے ترجمان ہوں گے۔ اور اس کی معاونت کا کام ان سے لیا جائے گا۔

د : اس کی تمام کاروائی امت کے سامنے آئے گی اور کوئی تجویز بھی صیغہ راز میں نہیں رکھی جائیگی۔

توقع رکھنی چاہیے کہ ان چار باتوں سے اسلامی کونسل میں جان آ جائے گی، اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل کوئی نئی چیز نہیں ہے، بلکہ پہلے بھی "تعلیماتی بورڈ" پھر "مشاورتی کونسل"، پھر اسلامی نظریاتی کونسل کے نام سے ادارے قائم کیے گئے۔ اور ان اداروں نے کچھ کام بھی کیا۔ لیکن ارباب اقتدار کو چونکہ اسلام سے نہیں، بلکہ صرف نام سے غرض تھی، اس لیے ان کی سفارشات کو نافذ تو کیا کیا جاتا ان کی کاروائی تک کو صیغۂ راز میں رکھا گیا۔ کیونکہ ان حکومتوں نے صرف عوام کو مطمئن کرنے کے لیے یہ کام شروع کر رکھا تھا ورنہ عملی طور پر ان اداروں کی کاروائی کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا جاتا رہا اور عوام کو قصداً اس سے بے خبر رکھا گیا۔ تاکہ کوئی احتجاج نہ کر سکیں کہ سفارشات کو قبول کیوں نہیں کیا جاتا۔ ورنہ بہت کچھ کام ہو گیا تھا۔ اگر سابقہ حکومتیں اسلام کے بارے میں مخلص ہوتیں اور ان سفارشات کو نافذ کراتیں تو آج یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا، لیکن افسوس کہ

"خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم"

وہاں تو کچھ معاملہ ہی اور تھا۔ اب الحمد للہ کہ اسلامی نظریاتی کونسل ایک مستقل اور با اختیار ادارہ کی حیثیت سے جدید انتخاب کے ساتھ پھر وجود میں آئی ہے اب قوم کو یہ دیکھنا ہے کہ وہ اسلام کے نفاذ میں کتنی فعال، کتنی سرگرم اور کتنی مخلص ثابت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان ایام میں وہ سب کام کرائے جو سالہا سال میں نہ ہو سکے۔

ادارہ تحقیقات اسلامی کا رُخ اس وقت تک اسی طرف لگا رہا کہ اسلام کا جدید ماڈل تیار کیا جائے جس میں یہ صلاحیت ہو کہ جدید تہذیب کے تمام کافرانہ خدوخال موجود ہوں۔ اسی مقصد کے پیش نظر جناب ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کو ہٹا کر ڈاکٹر فضل الرحمٰن کو ادارے کا سربراہ بنایا گیا تھا۔ ابتداء میں اس کا دس لاکھ کا بجٹ تھا۔ پھر بارہ لاکھ پھر چوبیس لاکھ کا سالانہ بجٹ رہا اور یہ کروڑوں روپیہ حکومت کا دہریت اور الحاد کی نذر ہوتا گیا۔ اشک شوئی کے لیے کبھی کبھی کوئی ایک آدھ علمی کتاب بھی شائع کرائی گئی تاکہ عوام کی زبان بند ہو اور کوئی شکایت نہ کر سکے کہ کام نہیں ہو رہا ہے خوشی کی بات ہے کہ جنرل محمد ضیاء الحق صاحب چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر نے اس ادارہ کو اسلامی کونسل کا جزء بنا کر امت پر ایک احسان کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ محض اپنے فضل و کرم سے رفقاء ادارہ کو صحیح خدمت اسلام کی توفیق عطا فرمائے۔

اسلامی کونسل نے قوم و ملت سے ایک دن مقرر کر کے توبہ و انابت اور تجدید میثاق کی اپیل کی ہے۔ مقصد یہ کہ حکومتی اور عوامی دونوں سطح پر ایک ایسا دن مقرر کیا جائے کہ سب مل کر بارگاہ قدس میں توبہ کریں۔ تیس سالہ دور میں جو اللہ تعالیٰ سے بدعہدی کی ہے اور غیر اسلامی زندگی کو جس انداز سے عام کیا ہے اس کی معافی مانگی جائے اور آیندہ کے لیے یہ عہد کیا جائے کہ جس مقصد کے لیے پاکستان بنایا گیا تھا اس مقصد کے لیے سر توڑ

کوشش کی جائے گی اور اس ملک میں صحیح معنوں میں حکومتِ الٰہیہ قائم کی جائے گی۔

ہم نے بینات کے صفحات پر بار بار ان حقائق کا انکشاف اظہار کیا ہے کہ خدا کے لیے اس ملک پر رحم کرو اور اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے والی زندگی سے توبہ کرو۔ موجودہ صورت اور دردناک حالات ہماری شامتِ اعمال کے نتائج ہیں جن کے ذریعہ ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے محروم ہو گئے نہ جان محفوظ، نہ آبرو محفوظ۔ بجائے روز افزوں ترقی کے روز افزوں قعرِ مذلت میں گرتے جا رہے ہیں۔ بہرحال اس وقت اس کی ضرورت ہے کہ ہمارے واعظین اور خطباء و مقررین ان حقائق کو امت کے کانوں تک پہنچائیں اور ہمارے اخبارات و مجلات، ریڈیو، ٹیلیویژن وغیرہ ذرائع نشر و اشاعت سے ان حقائق کو واضح کرائیں اور صحیح اسلامی مزاج سے زندگی کے ثمرات و نتائج سے روشناس کرائیں۔ اور اسلامی حکومتیں جن خطرناک غلطیوں سے دنیا کے صفحے سے مٹ گئی ہیں ان کی عبرت ناک داستانیں سنائیں۔ اور بتلائیں کہ مسلمانوں پر من حیث القوم خدا فراموش زندگی کبھی راس نہیں آئی اور ظلم و کبر اور بربریت کے ساتھ کوئی حکمران بھی اس کے برے عواقب سے بچ نہیں سکتا۔ اور حق تعالیٰ کی حکمت و مصلحت سے آخرت سے پہلے بھی ان مجرموں کو دنیا میں بھی سزا مل جاتی ہے۔ آخر پاکستان کے اندر ہی کیا کوئی مرقعۂ عبرت نہیں ہے؟ آخر سکندر مرزا، غلام محمد اور ایوب خان کا حشر کیا ہوا؟ اور "قائدِ عوام" کا حشر اب دنیا دیکھ رہی ہے اور مزید دیکھ لے گی۔۔۔!!

اللہ تعالیٰ کی اس مخلوق کو کس بے رحمی اور ظلم سے ستایا گیا۔ اور کیسی عبرتناک تفصیلات جرائد و اخبارات کے صفحات پر آ رہی ہیں۔ ان ظالموں نے اللہ تعالیٰ کی اس خداداد مملکت کو کس طرح نیست و نابود کرنے کی کوشش کی۔ کونسی گندگی اور بے رحمی ہے جس کا ارتکاب نہ کیا گیا ہو؟ بے حیائی، سنگدلی اور بے رحمی کے ریکارڈ توڑ دیے گئے۔ دنیا کے ظالم و جابر ڈکٹیٹروں نے اس دنیا میں جو کچھ کیا ان سب کو یہاں جمع کر دیا۔ آخر مخلوق تو خدا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی حکمران کو اپنی خدائی نہیں دی ہے کہ اس کی مخلوق کے ساتھ جو چاہے کرے، لیکن حق تعالیٰ صبور و حلیم ہے ہر چیز کے لیے ایک وقت مقرر ہے:

"لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ"

بہرحال ایک وقت آتا ہے کہ عزیز ذو انتقام کی صفت کا بھی ظہور ہوتا ہے۔ واقعات ناظرین کے سامنے ہیں۔ بیان و تفصیل کی حاجت نہیں۔

موجودہ بحران سے جو افسوسناک حقیقت واشگاف ہو کر سامنے آئی ہے وہ یہ ہے کہ پاکستان میں اسلام دشمن و شریر طاقتیں منظم ہو کر حق کے مقابلے میں رونما ہوتی ہیں تمام شر کی قوت منظم ہو کر خیر سے نبرد آزما ہو گئی ہے۔ گذشتہ قیادت کا سب سے بڑا کارنامہ بھی یہی ہے کہ اس کی بدولت منتشر شر و فساد کی طاقتیں منظم ہوئیں ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جیسی روح ویسے فرشتے۔ الحاد و دہریت اور لادینی کے پرستار دین کے دشمن تمام عناصر متفق ہو گئے ہیں اور لادینی قیادت ہی چاہتے ہیں۔ ہمارے بعض حضرات ان حقائق سے غافل نظر آتے ہیں وہ اپنے جلسوں میں صالحین کی اکثریت دیکھ کر یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ بس اب تو آنکھیں بند کر کے صالح قیادت ہی کی حمایت ہوگی۔ دوسری طرف سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ کیا لاہور اور راولپنڈی میں شر و فساد کے عناصر کے محیر العقول اجتماعات ان کے سامنے نہیں۔ پھر کیوں ان کو غلط فہمی ہو جاتی ہے۔ پھر محض عددی اکثریت اور جلسوں کے اجتماعات سے فیصلہ لگانا بھی حقائق سے چشم پوشی ہے۔ بلاشبہ غلبہ حق کا ہوتا ہے۔ بشرطیکہ خالص حق ہو، اگر دال میں کچھ کالا ہے تو پھر کیونکر اطمینان ہو سکتا ہے اور کیوں انسان خوش فہمی میں مبتلا ہوتا ہے۔ عہد نبوت میں حق خالص ہونے کے باوجود اپنی اکثریت کا گھمنڈ ہوا تو کیا حشر ہوا۔ وحی آسمانی میں غزوہ حنین کے واقعہ سے کیا عبرت نہیں ہوتی؟ مسلمان کا شیوہ یہ ہونا چاہیئے کہ ہر وقت حق تعالیٰ پر ہی توکل ہو اور ضعف و ناتوانی پیش ہو اور حق تعالیٰ کی صمدیت و بے نیازی سامنے ہو۔ نہ معلوم کس وقت کیا تکوینی مصلحت ہو۔ لن ترانیاں اور دعوے اور دعوے اسلامی مزاج کے بالکل خلاف ہیں۔ افسوس کہ اچھے اچھے حضرات بھی پھسل جاتے ہیں اور ان حقائق سے غفلت کی وجہ سے خلاف توقع صورتیں پیش آ جاتی ہیں، پھر شیطانی وساوس شروع ہو جاتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ دشمن یعنی کافر کے مقابلے کی آرزو مت کرو، لیکن جب واسطہ پڑے تو پھر کمال یہ ہے کہ قدم نہ ڈگمگائے۔ یہ بر سرِ عام اجتماعات میں جلسوں اور جلوسوں میں نعرے لگانے اور یہ کہ ہم یوں کر دیں گے اور یوں کر دیں گے۔ یہ تمام باتیں اسلامی مزاج کے خلاف ہیں بہرحال حضرت رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی اور اسوۂ حسنہ اور صحابہ کرام علیہم رضوان اللہ کا طرزِ زندگی اور واقعات مسلمانوں کے سامنے رہنے کی ضرورت ہے، اسی میں خیر و برکت ہے۔ اسی میں فلاحِ دارین اور سعادت کونین ہے۔!

بلاشبہ موجودہ قیادت اگرچہ بصورت فوجی حکومت ہے، لیکن بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا جلوہ ہے۔ اس کی شکر گذاری کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کرے کہ ان کے ذریعہ سے تمام روڑے راستے سے ہٹ جائیں اور صحیح قیادت کے لیے راستہ ہموار ہو جائے اور مجرمین کو سزا مل کر دنیا کو راحت و سکون کا سانس نصیب ہو اور شر و فساد کے تمام عناصر ذلیل و رسوا ہوں اور اس مملکت خداداد میں عدل و انصاف کا دور دورہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ کا ظہور پر نور ہو اور خدا فراموش زندگی سے نجات نصیب ہو اور یہ مملکت دنیا کے تمام ممالک اسلامیہ میں باعزت ہو اور تمام عالم اسلام کی قیادت کی صلاحیت حاصل ہو اور تمام مایوسی کی گھٹاؤں کے بعد امید کے آفتاب عالم تاب کی شعاعوں سے دنیا منور ہو۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

شہر شہر سے

قمر ہاشمی

مطلع العلوم کوئٹہ میں تعزیتی اجلاس

شیخ الاسلام حضرت العلامہ مولانا السید محمد یوسف البنوری رحمہ اللہ کے سانحۂ ارتحال کی اندوہناک اطلاع اور الم انگیز خبر ملتے ہی مدرسہ عربیہ مطلع العلوم بروری روڈ کوئٹہ میں صف ماتم بچھ گئی۔ اسباق فوراً معطل کر دیئے گئے۔ اور قرآن پاک ختم کرکے حضرت علامہؒ کی روح اقدس کو ایصال ثواب پہنچانے کی غرض سے مدرسہ کے اساتذہ اور طلباء دار الحدیث میں اکٹھے ہو گئے۔ چنانچہ کئی بار قرآن مجید ختم کرکے اس کا ثواب حضرت علامہ مرحوم و مغفور کی روح کو بخش گیا۔ بعد ازاں مولانا عبد الواحد صاحب مہتمم مدرسہ و امیر جمعیۃ علماء اسلام بلوچستان نے مختصر حاضرین سے خطاب کیا۔ آپ کی تقریر کے اقتباسات یہ ہیں

شیخ الاسلام، محقق عصر، عارف باللہ، محدث جلیل، حضرت العلامہ السید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ بھی بالآخر حیات مستعار کو الوداع کہہ کر عالم البقاء کی طرف منتقل ہو گئے۔ اس طرح نہ صرف اپنے ہزاروں تلامذہ بے شمار عقیدتمندوں اور لاتعداد مستفیدین کو سوگوار چھوڑا، بلکہ پاک و ہند کے تمام دینی و علمی حلقوں کو مضطرب و پریشان حال کر دیا۔ بلاشبہ آپ کی رحلت سے عالم اسلام ایک جامع الصفات ہستی، عدیم النظیر محقق، بلند پایہ محدث اور نابغۂ روزگار شخصیت سے محروم ہو گیا۔ حضرت علامہ مرحوم و مغفور جیسی عظیم ہستی کے حیات جاودانی سے ہمکنار ہونے سے جو خلا پیدا ہوا ہے بظاہر عالم اسباب میں اس کے پر ہونے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا موجودہ دور میں موت العالِم موت العالَم کا صحیح مصداق حضرت علامہؒ کا انتقال پُرملال ہے آپ کے فیوضات سے پورا عالم اسلام فیض یاب ہو رہا تھا۔ تقریباً تمام عمر تصنیف و تالیف درس و تدریس تبلیغ و اشاعت دین تقریر و خطابت، تردید فرقِ باطلہ، الحاد و دہریت کی بیخ کنی، قادیانیت کے استیصال، تجدد و اباحیت کی سرکوبی اور خلق خدا کو صراط مستقیم پر چلنے کی دعوت دینے میں مصروف رہے۔ ہر میدان میں ہر طریقہ سے دینی خدمت کی انجام دہی کو اپنا نصب العین بنایا۔ اور ساری عمر اسی عظیم مقصد کے لیے جد و جہد میں گذار دی لکھنے والے آپ کی حیات کے ہر ہر گوشے پر خامہ فرسائی کرتے رہیں گے۔ اور آپ کے ہر ہر کارنامے کو اجاگر کرتے رہیں گے۔ مگر اب ہماری نگاہیں اس میں آپ کی زیارت نہیں کر سکیں گی۔ آپ کی یاد قلوب کو تڑپاتی رہے گی اب دینی و علمی محفلیں سونی ہو گئیں۔ علم و تحقیق کی مجلسیں ویران ہو گئیں۔ عربی شاعر نے بالکل سچ کہا ہے

وما کان قیس ھلکہٗ ھلک واحد
ولکنہٗ بنیان قوم تھدّما

ترجمہ: قیس کی موت صرف ایک شخص کی موت نہیں ہے۔ بلکہ اس سے پوری قوم کی بنیاد منہدم ہو گئی ٹھیک اسی طرح حضرت علامہؒ کا وصال فرد واحد کی موت نہیں ہے۔ بلکہ آپ کی رحلت پوری ملت اسلامیہ کے لیے نقصان عظیم اور ناقابل تلافی خسارہ ہے حضرت علامہ رحمہ اللہ کو آپ کے اس علمی ادارہ (مدرسہ عربیہ مطلع العلوم) سے خاص انس تھا۔ جب بھی کوئٹہ تشریف لاتے مدرسہ کے اساتذہ و طلبہ کو اپنے ارشادات عالیہ سے مستفیض ہونے کا موقع فراہم کرتے ہمارے عربی مدرسہ کے بانی حضرت مولانا عرض محمد رحمہ اللہ خلیفہ حضرت لاہوریؒ کے زمانۂ اہتمام میں ہفتوں کے ہفتے حضرت علامہؒ مدرسہ میں قیام فرماتے۔ گرمی کے موسم میں وقت فارغ کرکے ہفتہ عشرہ کے لیے کوئٹہ تشریف لانے کی امکانی سعی فرماتے۔ آپ کی تشریف آوری مدرسہ کے اساتذہ، طلباء اور اہلکاروں بلکہ عامۃ الناس کیلئے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوتی تھی۔ کراچی حاضری کے موقع پر حضرت علامہؒ اس ناچیز پر خاص شفقت فرماتے آپ کی خدمت میں جو لمحہ گذرتا۔ میں اپنے لیے باعث خیر و موجب سعادت سمجھتا۔ افسوس حضرت علامہؒ کا وصال ایسے وقت میں ہوا۔ کہ جس وقت عالم اسلام خاص طور پر باشندگان پاکستان کو آپ کی ہدایت و رہنمائی کی اشد ضرورت تھی۔ آپ کی جدائی کا صدمہ الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا اللہ تعالیٰ حضرت علامہؒ کے درجات کو اعلیٰ علیین میں بلند فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

مولانا عبد الواحد صاحب کے بعد مدرسہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سعید صاحب نے بھی مختصر اور اثر انگیز خطاب فرمایا اور آخر میں آپ نے دعائے مغفرت فرمائی۔

سنجاوی ضلع لورالائی

سنجاوی ضلع لورالائی کے مولانا محمد لقمان نے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے اپنے تعزیتی بیان میں کہا ہے کہ مولانا کی موت کی خبر سن کر بے حد صدمہ پہنچا ہے انہوں نے کہا ہے کہ مولانا کے نام کے ساتھ مرحوم لکھتے ہوئے قلم کانپتا ہے لیکن قانون قدرت یہی ہے کہ جو شخص اس دنیا میں آتا ہے اسے ایک دن یہاں سے رخصت سفر باندھنا پڑتا ہے مولانا کی رحلت سے جو خلاء پیدا ہوا ہے اسے پُر کرنا ناممکن ہے اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔

حلقہ اعظم بستی کراچی

جمعیت علماء اسلام حلقہ اعظم بستی کے دفتر میں قرآن خوانی ہوئی اس کے بعد ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا جس کی صدارت نائب امیر محمد ہاشم صاحب نے کی اجلاس میں حضرت شیخ بنوریؒ کی دینی خدمات کو خراج تحسین پیش

دارالعلوم کبیروالہ

محدث کبیر، شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری رحمت اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کی خبر سن کر دارالعلوم عیدگاہ کبیروالا کے جملہ اساتذہ کرام اور چار صد طلباء کرام کا عظیم تعزیتی اجلاس جامع مسجد دارالعلوم میں منعقد ہوا۔ جس میں کئی مرتبہ ختم قرآن مجید اور لاکھ مرتبہ کلمہ شریف سے حضرت اقدس کی رُوح کو ایصال ثواب کیا گیا اور شیخ الحدیث مولانا علی محمد صاحب مہتمم، مولانا عبدالقادر صاحب اور مولانا ظفر احمد قاسم نے حضرت شیخ الاسلام رح کے علمی، عملی، اخلاقی، سیاسی کارناموں پر حضرت محدث کبیر کو زبردست خراج تحسین پیش کیا اور ایسے جید عالم دین اور اسلامی کونسل کے عظیم مدبر مشیر کی وفات کو عظیم ملی، علمی ناقابل تلافی نقصان قرار دیا گیا۔ آخر میں حضرت اقدس کے بلندیٔ درجات اور ارفع مراتب کے لیے اجتماعی طور پر دردانگیز دعا کی گئی۔

حضرو

علامۃ العصر شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات پر جمعیۃ علماء اسلام ضلع کیمبل پور کا تعزیتی اجلاس جامعہ عربیہ اشاعت القرآن میں ہوا۔ ضلع کیمبل پور کے امیر مولانا سکندر خان، ناظم اعلیٰ مولانا حامد علی رحمانی مولانا محمد امتیاز، حافظ زمرد خان، مولانا عبدالقیوم جلالیہ، مولانا محمد صابر، مولانا عبدالسلام اور دوسرے علماء کرام شریک ہوئے۔

قرآن خوانی کے بعد حضرت بنوری کے رفع درجات اور مغفرت کے لیے دعا کی گئی مولانا سکندر خان امیر ضلع نے کہا کہ علامۃ العصر حضرت بنوری علم وعمل کے آفتاب تھے۔ آپ کی وفات عالم اسلام کے لیے ایک عظیم المیہ ہے، آپ کا انتقال اسلامیان پاکستان کا عظیم نقصان ہے

مدرسہ تعلیم القرآن بدہ رئی میں بھی ختم قرآن اور دعائے مغفرت کی گئی۔

پالی جانی حیدرآباد

جناب مولانا نور محمد فاروقی صاحب نے مدرسہ عربیہ نورالہدیٰ پالی جانی ضلع حیدرآباد سندھ سے حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نوراللہ مرقدہٗ کو خراج عقیدت پیش کیا۔ اور کہا کہ مولانا عالم اسلام کے چمکتے ہوئے سورج تھے جو اپنے نور علم سے ایک عالم کو منور کررہے تھے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں مقام اعلیٰ اور لواحقین کو اس کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

چترال

جناب مولانا حضرت یوسف بنوری صاحب شیخ الحدیث کی وفات کا سن کر ہمیں سخت صدمہ پہونچا ہے، بس ہم اہالیان چترال خاص کر کارکنان جمیعۃ علماء اسلام چترال دعا کرتے ہیں کہ خداوند قدوس مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دیکر جنت الفردوس عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر وتحمل عطا کرے آمین ثم آمین

ازطرف:

امیر جمیعۃ علماء اسلام مولانا عبدالرؤف

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا ظفر اللہ صاحب مولانا عبدالغنی صاحب، مولانا فتح اللہ صاحب حاجی دادانہ خان صاحب، مولانا فضل الرحمن " مولانا خلیل الرحمن صاحب، مولانا صدیم اللہ " مولانا ناظم الدین صاحب، مولانا سراج العارفین " مولانا رحمت عزیز صاحب، نائب امیر حاجی محمد رمضان صاحب ۔ جمیعۃ علماء اسلام چترال

جناب محمد ابراہیم صاحب

علاقہ بونیر ضلع سوات

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب مرحوم کی وفات کی خبر پہونچی تو ہمارے علاقے میں ہر طرف صف ماتم بچھ گئی۔ جمیعۃ علماء اسلام علاقہ بونیر سلارزی ضلع سوات کی مجلس عاملہ کا ایک تعزیتی اجلاس مولانا شمس الحق صدر جمیعۃ العلماء اسلام اور جنرل سیکرٹری قومی اتحاد علاقہ بونیر سلارزی کی رہائش گاہ پہ منعقد ہوا۔ اجلاس کی صدارت مولانا عزیز الرحمن صاحب امیر جمیعۃ علماء اسلام ملاکنڈ ڈویژن نے کی اور ایک تعزیتی قرارداد پاس کی گئی۔

شکارپور

شکارپور، ۲۰ اکتوبر۔ پاکستان قومی اتحاد شکارپور کے صدر و جمیعۃ علماء اسلام کے ناظم حضرۃ مولانا غلام قادر صاحب نے ایک پیغام میں عالم اسلام کے عظیم دینی رہنما حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب کی وفات حسرت آیات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے مولانا کی وفات کو عالم اسلام کے لیے ناقابل تلافی نقصان قرار دیا ہے اور دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ جگہ عطا کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے آمین ثم آمین

نیز مدرسہ عربیہ احیاء العلوم قادریہ شکارپور میں مولانا مرحوم کے لیے قرآن خوانی کی گئی۔

جامعہ مدنیہ لاہور

ممتاز عالم دین، محدث اعظم مولانا محمد یوسف بنوری مرحوم کی رُوح کو ایصال ثواب کے لیے جامعہ مدنیہ لاہور میں قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا اور بعدازاں ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا جس میں تفصیل کے ساتھ مولانا بنوری مرحوم کے کارناموں اور حالات زندگی پر روشنی ڈالی

جامعہ مدنیہ کے مہتمم مولانا سید حامد میاں صاحب مولانا کریم اللہ خان، مولانا ظہور الحق خان نے کہا کہ مولانا بنوری کا انتقال بہت بڑا ملی سانحہ ہے۔ اور پاکستان اس وقت ایک عظیم محدث اور ماہر فقہ اسلامی سے محروم ہوگیا ہے۔ انہوں نے مولانا کے کردار کو سراہتے ہوئے کہا کہ مولانا مرحوم نے بین الاقوامی اجتماعات میں شرکت فرماکر زبردست اسلامی خدمات سرانجام دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور سوگواروں کو صدمہ برداشت کرنے کا حوصلہ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

چک نمبر ۲۹۴ این

جمیعۃ علماء اسلام چک نمبر ۲۹۴ این کا ایک

باعث رنج و غم ہے حسب کہ ان کے ہاتھوں سے پاکستان میں اسلامی قوانین کے نفاذ کا منزل بپایہ تکمیل کو پہنچنے والا تھا۔

قرآن خوانی

مدرسہ تعلیم القرآن جامع مسجد اچھڑیاں میں قرآن خوانی کے بعد جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولانا علاؤ... نے حضرت مولانا محمد یوسف بنوری کی دینی و ملی و ملکی خدمات پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ اور کہا کہ حضرت بنوری کی وفات سے علمی دنیا کے اندر ایک بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے

ضلع وہاڑی

پاکستان قومی اتحاد ضلع وہاڑی کے صدر حافظ محمد طیب علماء اسلام بورے والا کے راہنما مولانا محمود احمد قادری لعد ارشاد احمد خان نے اپنے مشترکہ بیان میں عالم اسلام کے عظیم فرزند قائد تحریک ختم نبوت۔ اسلامی مشاورتی کونسل ممبر کے علامہ سید محمد یوسف بنوری کی وفات حسرت آیات پر تعزیت کرتے ہوئے کہا ہے کہ محدث عظیم کی رحلت ملت اسلامیہ کے لیے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ انہوں نے کہا کہ سید بنوری کی خدمات ملت اسلامیہ کے لیے عظیم ترین سرمایہ ہیں آخر میں دعا ہے کہ شیخ پر رحمتیں ہی رحمتیں نازل ہوں۔

اجلاس مری

مدرسہ قاسمیہ جامع مسجد ختم نبوت مری کا ایک اجلاس زیر صدارت قاری محبوب الرحمٰن ضیاء منعقد ہوا۔ اجلاس میں قاری عباس عباسی حافظ مہتاب احمد نے خطاب کرتے ہوئے عالم حضرت مولانا محمد یوسف بنوری کے انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے اجلاس میں مرحوم کے لواحقین کے لیے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کو صبر جمیل سے نوازے

جامعہ مسجد حنفیہ

گذشتہ دنوں جامع مسجد حنفیہ چک نمبر ۲۶۰ گ ب اوڈاں والا میں بعد از نماز عشاء زیر صدارت مولانا نور احمد مظاہری امیر تحفظ ختم نبوت حلقہ بھیور والا جمعیۃ علماء اسلام ضلع فیصل آباد ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں حضرت علامہ السید مولانا محمد یوسف بنوری کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا حضرت علامہ کی خدمات کا ذکر کیا گیا خصوصاً ختم نبوت کے سلسلہ میں جس کی ابتداء حضرت ... کے ہاتھوں ہوئی

کی انتہا کامیابی کی تکمیل حضرت علامہ مرحوم کے ہاتھوں ہوئی آپ کے لیے قرآن خوانی کی گئی اور دعائے مغفرت کی گئی اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطاء فرمائے۔

دریاخان

دریاخان جمعیۃ علماء اسلام کے ناظم نشریات محمد اکرم فاروقی نے حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحبؒ کی وفات حسرت آیات پر گہرے رنج والم کا اظہار کیا ہے۔

انہوں نے کہا کہ مولانا صاحب کی وفات سے علماء حق اپنے قائد، پاکستان کے ایک ممتاز عالم دین اور ملت اسلامیہ ایک عظیم سکالر سے محروم ہو گئے ہیں

اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

اعلان

ایک صاحب "جمعیۃ علماء اسلام" کے موضوع پر اسلام آباد یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں ان کو جمعیۃ کی پوری تاریخ مرتب کرنی ہے جن حضرات کے پاس اس بارے میں کسی قسم کا مواد، اکابر کی تقاریر، جمعیۃ سے متعلقہ رپورٹیں قرار داد وغیرہ مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال فرمائیں، استفادہ کے بعد واپس کر دیا جائے گا۔

قاری سعید الرحمٰن
جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ
راولپنڈی صدر

چنیوٹ

چنیوٹ ۱۰ اکتوبر بعد از نماز عصر مسجد اندرون ... میں حضرت سید محمد یوسف بنوری کی اچانک وفات حسرت آیات کے سلسلہ میں ... اجلاس منعقد ہوا جس میں ...

علماء کرام کے علاوہ سیاسی سماجی عمائدین شہر کے دینی مدارس کے طلباء اور معززین شہر نے کثیر تعداد میں شرکت کی ایصال ثواب کی غرض سے متعدد مرتبہ قرآن خوانی کی گئی۔ مولانا محمد عبدالوارث نے شیخ مرحوم و مغفور کے حالات زندگی پر روشنی ڈالی اور آپ کی مذہبی اسلامی قومی ملی خدمات کو سراہتے ہوئے زبردست خراج عقیدت پیش کیا اور مولانا موصوف کی موت کو ایک ناقابل تلافی نقصان اور سانحہ عظیم قرار دیا آخر میں آپ کے لیے دعائے مغفرت کی گئی۔

چشتیاں

دفتر جمعیت علماء اسلام بخاری چوک چشتیاں میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی وفات کی خبر سن کر ان کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کی گئی پورے شہر میں رنج و غم کی لہر دوڑ گئی بعد ازاں اجلاس سے مولانا عبدالستار احمد شاکر نے مولانا محمد یوسف بنوری کی عظیم خدمات پر زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ اور ان کے انتقال کو ناقابل تلافی نقصان بتلایا بعد ازاں اجلاس میں ان کے بلندی درجات کی دعا کی گئی

طلباء کی دنیا

رپورٹنگ : ظہیر منیر

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تعلیمات نوجوان نسل کیلئے مشعلِ راہ ہیں

قائد طلباء میاں محمد عارف

گزشتہ روز دفتر جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان میں مشاہیر اسلام کی تقریبات کا آغاز کرتے ہوئے قائد طلباء جناب میاں محمد عارف مرکزی صدر جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان نے طلبہ کے ایک بھرپور اجتماع سے خطاب کیا۔ یاد رہے جمعیۃ طلباء اسلام کے زیرِ اہتمام مشاہیرِ اسلام کا سال منانے کے پروگرام کے تحت ماہ نومبر حضرت مجدد الف ثانیؒ کے لیے وقف کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں جمعیۃ کے زیرِ اہتمام ملک کے مختلف حصوں میں تقاریب منعقد کی جائیں گی۔ مجالس مذاکرہ اور مباحثوں وغیرہ کے ذریعے نوجوان نسل کو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے پروگرام سے روشناس کرایا جائے گا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں قائد طلباء جناب محمد عارف نے طلبہ سے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نظریات پر تفصیلاً خطاب فرمایا۔

آپ نے کہا حضرت مجدد الف ثانیؒ ہمیشہ باطل قوتوں کے خلاف سینہ سپر رہے اور حقیقتاً حضرت مجدد الف ثانیؒ کاروانِ اہلِ حق کے سُرخرو تھے۔ آپ نے طلباء سے کہا کہ آپ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نظریات کو لوگوں تک پہنچائیں اور ان کے نظریات کو عملی جامعہ پہنا کر صحیح معنوں میں اپنے آپ کو اسلامی انقلاب کے لیے تیار کریں۔ آپ نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کو شاندار الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ آپکی قربانیوں نے ہمارے راستے متعین کر دیئے ہیں۔ آپ نے دعوے سے کہا کہ اگر آج کے نوجوان صحیح معنوں میں حضرت مجدد الف ثانی کے افکار و نظریات کو اپنا لیں تو کوئی وجہ نہیں کہ آئندہ قلیل مدت میں اس ملک کے اندر اسلامی انقلاب برپا نہ ہو سکے۔

آپ نے آخر میں ملک کی تمام شاخوں کو ہدایت کی ہے کہ ماہ نومبر میں پورے جوش و خروش سے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نظریات اور افکار پر تقاریب منعقد کرا کے طلباء کو اس سے متعارف کرایا جائے۔

جمعیۃ طلباء اسلام کو عظیم صدمہ

گزشتہ روز جمعیۃ طلبائے اسلام میانوالی کے صدر جناب اعجاز احمد صاحب برضائے الٰہی وفات پا گئے۔ آپ جمعیۃ طلباء اسلام کے ایک انتہائی فعال کارکن تھے اور حال ہی میں جمعیۃ میانوالی کے صدر منتخب ہوئے تھے۔ جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کے صدر جناب میاں محمد عارف، جنرل سیکرٹری محمد فاروق قریشی، جمعیۃ پنجاب کے صدر جناب ندیم اقبال، جنرل سیکرٹری عبدالرؤف ربانی اور دوسرے راہنماؤں نے گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے مرحوم کے لیے دعائے مغفرت اور پسماندگان کے لیے صبرِ جمیل کی دعا کی ہے۔

پرزور مطالبہ

جمعیۃ طلباء اسلام ضلع ژوب کے صدر محمد اسماعیل اور ناظم اطلاعات عبدالسلام اور جمعیۃ کے دوسرے کارکنوں نے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل ضیاء الحق سے پُرزور مطالبہ کیا ہے کہ مولانا شمس الدین شہید کے قاتلوں کو جلد از جلد گرفتار کر کے کیفرِ کردار تک پہنچایا جائے۔

جہلم

گزشتہ روز جمعیۃ طلباء اسلام ضلع جہلم کا ایک تنظیمی اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس کے مہمانِ خصوصی صوبہ پنجاب کی جمعیۃ کے ناظمِ عمومی عبدالرؤف ربانی اور جمعیۃ طلباء اسلام ضلع گوجرانوالہ کے صدر شیخ محمد فاروق صاحب تھے۔ اجلاس سے ضلع جہلم کی جمعیۃ کے قائم مقام صدر جناب محمد محسن راہی، سابق صدر گورنمنٹ انٹر کالج جہلم ناصر محمود ڈار، نائب صدر ڈگری کالج جہلم و صدر طلبہ اتحاد جہلم حافظ سیف الاسلام عبدالجلیل اور عبدالمجید نے طلبا سے خطاب کیا۔ مہمان خصوصی جناب عبدالرؤف ربانی نے جماعتی اغراض و مقاصد پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔

جمعیۃ طلباء اسلام کے مستقل نمائندے

جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کی طرف سے جاری کردہ ایک پریس ریلیز کے مطابق جناب محمد اقبال اختر کو شعبۂ مالیات کا مستقل معاون مقرر کیا گیا ہے۔ جمعیۃ طلباء اسلام کے مرکزی صدر جناب میاں محمد عارف نے تمام شاخوں کو ہدایت کی ہے کہ ان سے مکمل تعاون کیا جائے۔ وہ مختلف مرحلوں میں ملک کے مختلف حصوں کا دورہ کریں۔ احباب سے گزارش ہے کہ پوری توجہ فرمائیں۔

تربیتی اجتماعات

زیرِ اہتمام
پنجاب جمعیۃ طلباء اسلام
چوتھا
تربیتی اجتماع
بمقام
مدرسہ قاسم العلوم
ملتان
۲۶، ۲۷، ۲۸،
نومبر ۱۹۷۷ء

زیرِ اہتمام
سندھ جمعیت
طلباء اسلام
بمقام
سکھر
۲۴، ۲۵،
نومبر ۱۹۷۷ء

زیرِ اہتمام
سرحد جمعیت
طلباء اسلام
بمقام
دار العلوم حقانیہ
اکوڑہ خٹک
۲، ۳،
دسمبر ۱۹۷۷ء

زیرِ اہتمام
جمعیۃ طلباء اسلام
ضلع وہاڑی
بمقام
بورے والہ
۲۹،
نومبر ۱۹۷۷ء

کارکن بھرپور تعداد میں شرکت کریں اور اجتماعات کو کامیاب بنائیں

مرکزی شعبہ اطلاعات جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان

خطیب اسلام حضرت مولانا محمد احسن صاحب
مسجد رحمانیہ قلعہ گوجر سنگھ، لاہور

مسائل عید الاضحیٰ و قربانی



تکبیرات تشریق

عرفہ کے دن (نویں تاریخ ذی الحجہ) کی فجر کی نماز کے بعد تیرھویں تاریخ کی عصر تک ذوالحج یوم ہر اس شخص پر جو فرض نماز پڑھ چکا ہے فوراً تکبیرات کہنا واجب ہے۔ امام مقتدی اور تنہا فرض پڑھنے والا، مقیم ہو خواہ مسافر، مرد ہو خواہ عورت، شہری ہو یا دیہاتی سب پر واجب ہے۔ اگر امام بھول جائے تو مقتدی نہ چھوڑے۔ تکبیرات تشریق یہ ہیں۔

١۔ "اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد"۔

٢۔ عیدالاضحیٰ کے روز مستحب ہے کہ نماز عید سے پہلے کچھ نہ کھائے۔

٣۔ تکبیراتِ تشریق بلند آواز سے کہتا ہوا نمازِ عید ادا کرنے کے لیے جائے۔

نماز کا طریقہ

عید کی نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ عید کی نماز کی نیت کر کے پھر تکبیر تحریمہ امام کے ساتھ کہہ کر ہاتھ باندھ کر سبحانک اللّٰھم آخر تک پڑھے پھر تین دفعہ تکبیرات اللہ اکبر کہے۔ ان میں ہر تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھائے اور چھوڑ دے۔ تیسری تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھ لے۔ پھر امام آہستہ اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر بلند آواز سے قرأت کرے یعنی فاتحہ اور سورۃ پڑھے۔ پھر جب دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو تو بسم اللہ کہتے ہوئے فاتحہ اور سورۃ پڑھے۔ اس کے بعد تین مرتبہ اللہ اکبر کہے اور ہر تکبیر میں ہاتھ اٹھائے اور چھوڑ دے پھر چوتھی تکبیر کہتے ہوئے رکوع کرے۔ ہر تکبیر کے بعد تین تسبیح کی مقدار کا وقفہ کرے۔ عید کی نماز سے فارغ ہو کر تکبیرات تشریق کہنا بھی جائز ہے۔ پھر امام خطبہ پڑھے۔ دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھے عیدین کے خطبہ کا سننا بھی نہایت ضروری ہے، چاہیئے کہ لوگ اپنی اپنی صفوں میں خاموشی کے ساتھ بیٹھے رہیں۔

مسائلِ قربانی

جب قربانی کا جانور قبلہ رخ لٹا لیا جائے تو پہلے یہ دعا پڑھے: انی وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین○ ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین○ لا شریک لہٗ وبذالک امرت وانا من المسلمین اللھم منک ولک اور پھر بسم اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے۔ اس کے بعد قبولیت کی دعا مانگے۔

مسئلہ جن پر صدقہ فطر واجب ہے اس پر عید کے دنوں میں قربانی کرنا بھی واجب ہے ورنہ نہیں، لیکن اگر پھر بھی کرے تو بہت ثواب ہے۔

مسئلہ مسافر پر قربانی واجب نہیں۔ بقر عید کی دسویں تاریخ سے بارہویں تاریخ کی شام تک قربانی کرنے کا وقت ہے لیکن افضل بقر عید کا دن ہے۔

مسئلہ عید کی نماز ہونے سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں، جب لوگ نماز پڑھ چکیں تب کریں۔ البتہ گاؤں میں عید کے دن صبح صادق ہونے کے بعد بھی قربانی صحیح ہے۔

مسئلہ اپنی قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے اگر ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو کسی سے ذبح کروالے اور بہتر یہ ہے کہ ذبح کے وقت جانور کے پاس کھڑا رہے۔

مسئلہ قربانی صرف اپنی طرف سے کرنا واجب ہے اولاد کی طرف سے واجب نہیں

مسئلہ بکری۔ بکرا۔ بھیڑ۔ دنبہ۔ گائے۔ بیل۔ بھینس۔ بھینسا۔ اونٹ۔ اونٹنی۔ اتنے جانوروں کی قربانی درست ہے اور کسی جانور کی قربانی درست نہیں۔ گائے بھینس اونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہو کر قربانی کریں تو بھی درست ہے لیکن کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو۔ صرف گوشت کھانے کی نیت نہ ہو۔ اگر کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم ہوگا تو کسی کی قربانی درست نہیں ہوگی۔

مسئلہ قربانی کا گوشت تقسیم کرتے وقت ساتوں آدمی اپنا حصہ تول تول کر بانٹیں۔ اٹکل اندازہ سے نہ بانٹیں ورنہ گناہ ہوگا۔

مسئلہ بکری سال بھر سے کم کی قربانی درست نہیں، جب پورے سال بھر کی ہو تو تب قربانی درست ہے۔ گائے بھینس دو سال سے کم کی قربانی درست نہیں۔ اونٹ پانچ برس سے کم کا درست نہیں۔ دنبہ بھیڑ اگر خوب موٹا تازہ ہو تو سال سے کم کا بھی درست ہے بشرطیکہ سال بھر کے دنبوں میں اگر اس کو چھوڑ دیں تو کچھ فرق معلوم نہ ہو۔

مسئلہ جو جانور اندھا ہو یا کانا ہو یا بہت لنگڑا ہو جو چاروں پاؤں پر چل نہیں سکتا، یا بہت بیمار ہو یا تہائی سے زیادہ کان یا دم کٹ گئی ہو، جس کا پیدائشی سینگ اگر جڑ سے نہیں ٹوٹا، خواہ تھوڑا ہی باقی ہو، تو بھی اس کی قربانی درست نہیں ہے۔

مسئلہ اتنا دبلا جانور کہ اس کی ہڈیوں میں گودا نہ رہا ہو اس کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ جس جانور کے بالکل دانت نہ ہوں اس کی قربانی درست نہیں اگر کچھ دانت گر گئے لیکن زیادہ باقی ہیں تو اس جانور کی قربانی درست ہے۔

مسئلہ جس جانور کے پیدائشی سینگ نہ ہوں اس کی قربانی درست ہے۔ خصی جانور کی قربانی بھی درست ہے۔

مسئلہ قربانی کا گوشت کم از کم تیسرا حصہ خیرات کرنا مستحب ہے۔

مسئلہ قربانی کی کھال یا تو یوں ہی خیرات کر دے یا فروخت کر کے اس کی قیمت خیرات کرے۔

فائدہ قربانی کی کھال اور اس کی قیمت کا بہترین مصرف دینی مدارس ہیں۔ کھال کو اگر اپنے کام میں لایا جائے تو بھی درست ہے۔

مسئلہ کچھ گوشت یا چربی چھیچھڑے یا کھال قصائی کو مزدوری میں نہ دے بلکہ مزدوری اپنے پاس سے الگ دے۔ اس مسئلے سے اکثر لوگ غافل ہیں۔

قربانی کے جانور کی زنجیر، رسی، جھول وغیرہ سب چیزیں خیرات کی جائیں:۔